بھارت اور پاکستان کی سب سے بڑی اردو زبان میں

شمس العلما خواجہ حسن نظامی دہلوی کا

سفرنامہ پاکستان

جس میں دو سفرناموں کا خلاصہ درج کیا گیا ہے اور یہ
بہت مجمل حالات ہیں۔ تفصیلی حالات کا سفرنامہ اس
کی اشاعت کے ۶ ماہ کے بعد شائع ہوگا۔

ناشر: دفتر خواجہ حسن نظامی دہلی نومبر ۱۹۵۲ء
مطبوعہ دہلی پرنٹنگ ورکس

اصحاب مجھ سے پاکستان
کے سفر میں ملے تھے وہ اپنے
مختصر حالات بھیجدیں تاکہ
آئندہ اشاعت میں ان کو
شائع کیا جائے۔ اور ممکن
ہو تو تصویر بھی

پاکستان کا سفرنامہ

از خواجہ حسن نظامی

شروع بنام اللہ معلم القلم

حمد اور درود کے بعد حسن نظامی دہلوی عرض کرتا ہے کہ پاکستان کا سفرنامہ کسی اجنبی اور نامعلوم ملک کا سفرنامہ نہیں ہے۔ کیوں کہ اس میں ان علاقوں کے سفر کا ذکر ہے جو پونے سات سو برس پہلے میرے اجداد کا وطن تھا۔ یعنی میرے بڑے دادا حضرت مولانا خواجہ سید علیؒ غزنی افغانستان میں رہتے تھے اور ان کے فرزند حضرت مولانا خواجہ سید بدرالدین اسحاقؒ تعلیم کی تکمیل کے لئے غزنی سے دہلی میں آئے تھے اور دہلی میں تکمیل کے ایام میں ان کو ایک علمی مسئلے میں ایسی دشواری پیش آئی کہ دہلی کے اہل کمال عالم اس کو حل نہ کرسکے۔ تو انھوں نے غزنی و بخارا جاکر اس مسئلے کو حل کرنے کا ارادہ کیا۔

حضرت مولانا سید بدرالدین اسحاق فقرا اور مشایخ کے قایل نہیں تھے اور کہتے تھے کہ یہ لوگ علمیت نہیں رکھتے یا کم رکھتے ہیں۔

جب غزنی جا رہے تھے تو اجودھن مقام پر ٹھیرے جس کو آج کل پاک پٹن کہتے ہیں۔ اور جو منٹگمری ضلع میں ہے اس وقت وہاں حضرت بابا فریدالدین مسعود گنج شکرؒ تشریف رکھتے تھے اور دہلی کے سلطان غیاث الدین بلبن نے اپنی ایک بیٹی کی شادی اُن سے کی تھی اور حضرت بابا صاحبؒ کے دادا بلخ کے بادشاہ تھے۔ اور چنگیزی مغلوں نے جب ان کا ملک چھین لیا تو پنجاب میں ہجرت کر کے آ گئے تھے۔

پاک پٹن میں ایک دن قیام کیا تو لوگوں نے اُن سے کہا کہ آپ کو حضرت بابا صاحبؒ کی خدمت میں بھی حاضر ہونا چاہیئے۔ انھوں نے جواب دیا میں اس وقت علمی تحقیقات کے لئے جا رہا ہوں بے علم اور کم علم لوگوں کی ملاقاتوں میں وقت ضایع کرنا نہیں چاہتا اس کے علاوہ سنتا ہوں کہ لوگ ان کے سامنے جا کر سجدے کرتے ہیں اور میں اس کے خلاف ہوں۔ تاہم تھوڑی دیر کے لئے میں ان کو دیکھنے جاؤں گا۔ چنانچہ وہ حضرت بابا صاحبؒ کی مجلس میں حاضر ہوئے اور سلام علیکم کہہ کر مجلس میں بیٹھ گئے۔ بابا صاحبؒ اُس وقت اہل مجلس سے باتیں کر رہے تھے ان کو دیکھ کر فرمایا۔ مولانا اگر آپ اجازت دیں تو میں پہلے وہ بات ختم کر لوں جو ابھی کر رہا تھا اس کے بعد آپ سے بات کروں گا۔ مولانا نے نہایت بے رخی سے جواب دیا۔ مجھے آپ سے کوئی بات کرنی نہیں ہے۔ آپ اپنی بات پوری کر لیجئے۔ میں بھی اس کو سنوں گا۔

تب حضرت بابا صاحبؓ نے اپنی سابقہ گفتگو کا سلسلہ شروع کیا اور دادا مولاناؒ اس کو غور سے سنتے رہے۔ جب گفتگو ختم ہوئی تو دادا مولانا اٹھے اور انھوں نے حضرت بابا صاحبؓ کے قدموں میں سر رکھ دیا اور عرض کی کہ جس علمی مسئلے کے حل کے لئے میں غزنی جا رہا تھا وہ آپ نے حل کر دیا۔ بابا صاحبؓ نے فرمایا۔ نہیں مولانا۔ ہم لوگ تو بے علم اور کم علم ہیں۔ دادا مولانا نے دوبارا قدم چومے اور کہا میری خطا معاف کیجے میں بڑے دھوکے میں تھا اور آپ بزرگوں کی اصلی شان کو نہ جانتا تھا۔ اب مجھے بیعت کر لیجے۔ بابا صاحبؓ نے اُن کو بیعت کر لیا۔ پھر نسب اور خاندان کی تفصیل پوچھی۔ جب یہ معلوم ہوا کہ غزنی کے پیرزادے ہیں اور سید ہیں تو فرمایا۔ میری بیٹی سے نکاح کرنا چاہو تو میں ابھی اس کا انتظام کروں۔ انھوں نے جواب دیا زہے نصیب اگر مجھ کو یہ نعمت میسّر ہو۔ حضرت بابا صاحبؓ نے فوراً قاضی کو بلایا اور اپنی صاحب زادی حضرت بی بی فاطمہؓ کو اطلاع دی کہ میں مولانا سید بدرالدین اسحاقؒ غزنوی سے تمہارا نکاح کرنا چاہتا ہوں اور اس کے بعد فوراً نکاح کر دیا اور ایک الگ مکان مرحمت فرمایا کہ تم دونوں اس میں رہو۔

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاؒ کی آمد

چند روز کے بعد حضرت خواجہ نظام الدین اولیاؒ بیس ۲ سال کی عمر میں دہلی سے مرید ہونے کے لئے حضرت بابا صاحبؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو بابا صاحبؓ نے حکم دیا۔ چونکہ یہ دہلی سے آئے ہیں اور مولانا بدرالدین اسحاقؒ بھی دہلی سے آئے تھے اس واسطے ان

کو مولانا بدرالدین اسحاق رح کا مہمان بناؤ اس کے بعد مولانا بدرالدین اسحاق رح سے فرمایا کہ مولانا نظام الدین رح کو پیروں کے آداب سکھایا کرو

مولانا خواجہ سید محمد امام رح

حضرت بابا صاحب رح اور حضرت مولانا بدرالدین اسحاق رح کی وفات کے بعد حضرت خواجہ نظام الدین اولیا رح کو معلوم ہوا کہ حضرت بابا صاحب رح کے لڑکے جانشینی کے مسئلے میں جھگڑ رہے ہیں اور حضرت مولانا بدرالدین اسحاق رح کی بیوی اور دو لڑکے تکلیف میں ہیں تو حضرت نے حضرت مولانا سید محمد کرمانی رح کو پاک پٹن بھیج کر حضرت بابا صاحب رح کی بیٹی اور دونوں بچوں کو دہلی میں بلا لیا۔ اور ان دونو لڑکوں کو اپنا لے پالک بنا کر پالنا شروع کیا۔ بڑے کا نام سید محمد امام رح تھا اور چھوٹے کا نام سید محمد موسیٰ رح تھا۔ اور میں حضرت مولانا خواجہ سید محمد امام رح کی اولاد ہوں۔

یہ تمہید اس غرض سے بیان کی گئی ہے کہ آج جن علاقوں میں پاکستان قایم ہوا ہے وہ میرا وطن قدیم ہے۔ اس واسطے اس علاقے میں میرا سفر

سفر در وطن

تھا۔ اور میں نے ۱۶ اپریل ۱۹۵۰ء کو پہلا سفر کیا۔ اور ۴ نومبر ۱۹۵۰ء کو دوسرا سفر کیا۔ اور حسب عادت ان سفروں کے حالات اپنے روزنامچوں میں شایع کیے۔ مگر دوسرے سفر کے حالات کی تحریر حکومت دہلی کی نظر میں قابل اعتراض ہوئی۔ اس لئے میں نے ان سب حصوں کو خارج کر دیا اور سفرنامہ پاکستان کے نام سے دونو سفروں کے حالات نئی معلومات کے اضافوں کے ساتھ مرتب کر دیئے۔

حسن نظامی دہلوی۔ ۱۵ ماہ ذی الحجہ ۱۳۷۰ھ ۱۸ ستمبر ۱۹۵۱ء مقام دہلی

سفر پاکستان کی شروعات

۱۶ مئی ۱۹۵۰ء کی صبح کو اپنی لڑکی سدرح بانو اور اُن کے بچوں کے ساتھ ہوائی اڈے پر گیا۔ طامس کُک کمپنی کے ذریعے سفر کے انتظامات ہوتے ہیں اس واسطے اس کے کارندے انتظامات کے لیئے موجود تھے میری بیوی خواجہ بانو اور اُن کی بہن اور میری چھوٹی لڑکی اور تینوں لڑکے بھی ہوائی اڈے تک پہنچانے آئے تھے میں نے ایک قالین اور چار بکس چینی کے برتنوں کے اپنی لڑکی سرح بانو کو دیئے تھے۔ مگر سوائے روزمرہ کی ضرورت کی چیزوں کے برتن اور قالین لیجانے کی اجازت نہیں دی گئی۔ میری لڑکی ردرح بانو نے منتظم عورت سے کہا آپ کس قانون کی بموجب میرے باپ کی دی ہوئی چیزوں کو ساتھ لیجانے سے روکتی ہیں۔ اس کا جواب نہ وہ عورت دے سکی نہ اور دوسرے منتظم افسر دے سکے۔ اور ساٹھ روپے محصول کے جو پیشگی لئے گئے تھے وہ بھی واپس نہیں کئے گئے۔

جب میں پاکستان سے واپس آیا تو میرے بچوں نے بتایا کہ برتن اور قالین تو ہم واپس لے آئے مگر باوجود کوشش کے محصول کے ساٹھ روپے واپس نہیں دیئے گئے۔

آخرکار میں اپنی لڑکی اور بچوں کے ساتھ جہاز میں سوار ہوا اور ڈیڑھ گھنٹے میں جہاز لاہور پہنچ گیا۔ چونکہ رات کو مجھے بواسیر کا خون بہت زیادہ آیا تھا۔ اس واسطے سب کو اندیشہ تھا۔ کہ جہاز میں دل

کا دورہ نہ ہو جائے۔ مگر خدا کے فضل سے خیریت کے ساتھ جہاز کا سفر پورا ہو گیا۔ ہوائی اڈے پر نواب خواجہ محمد شفیع صاحب اور ان کی بیگم صاحبہ اور میرے بھتیجے سید بدرالدین نظامی اور اُن کی والدہ اور امتیاز بانو نظامی اور پاک دل محمد حسین نظامی اور حکیم منزل شاہ نظامی اور دوسرے بہت سے مرید اور دوست جمع ہوئے تھے ان سب سے مل کر پاک دل محمد حسین دہنی نظامی کے مکان پر گیا اور سب سامان امتیاز بانو نظامی کی کوٹھی نمبر ۳۵ ایمپرس روڈ میں بھیج دیا محمد حسین دہنی نظامی نے سب کے لئے بہت مکلف کھانے تیار کیئے تھے کھانے کے بعد میرے خلیفہ توکلی شاہ نظامی سب مریدوں کو لے کر ملنے آئے اور جوڑا اور جوتیاں اور نقد نذریں پیش کیں اس کے بعد امتیاز بانو نظامی کے مکان پر گیا جہاں جوق جوق لاہور کے اور دہلی کے ملنے والے آتے رہے۔ امتیاز بانو نظامی کے شوہر مسٹر امتیاز حسین کھوکھر دورے پر تھے۔ یہ کوٹھی بہت بڑی ہے اور قدیم و جدید معاشرت کے ہر عمدہ سامان سے آراستہ ہے۔ خان صاحب حکیم محمود علی خاں ماہر دہلوی اور حکیم طالب احمد نظامی کے بیٹے اور لاہور اور دہلی کے مرید اور دوست شام تک ملنے آتے رہے سید بدرالدین نظامی کے مکان پر بھی گیا۔ جو یہاں سے دور ہے۔ درگاہ حضرت میاں میر صاحبؒ کے پیرزادے سید امام علی شاہ نظامی بھی ملنے آئے اور شام کو درگاہ حضرت میاں میر صاحبؒ میں حاضر ہوا جہاں میری بڑی بیٹی حور بانو دفن ہوئی ہے میرا پوتا سید سلمان ایڈدی اور نواسہ روحم بھی میرے ساتھ تھے۔ ہم سب سجادہ نشین صاحب سے ملنے گئے وہ کچھ بیمار تھے

انھوں نے میرے بچوں کو روپے دیئے اور مجھے آبنوس کی ایک دستی لکڑی دی اور میرے لئے دعا بھی فرمائی ان کا احسان ساری عمر مجھ پر رہے گا اور میری اولاد ان کی شکر گذار رہے گی۔ کہ انھوں نے میری معصوم مسافر پردیسی لڑکی کے دفن کے لئے بہت اچھی زمین درگاہ کے اندر دی اور کوئی معاوضہ اس جگہ کا نہیں لیا۔ وہ صحیح معنوں میں سخی ابن سخی درویش ہیں۔ حور بانو کی قبر پر پاک دل محمد حسین دہنی نظامی نے میری بھیجی ہوئی عبارتیں جو لکھی ہیں ان کو پڑھ کر اور اپنی بے کس و بے بس مسافر بیٹی کی قبر دیکھ کر میرا جو حال ہوا اُس کے بیان کی قدرت نہیں ہے یہ لڑکی پانچ برس کی تھی جب اس کی والدہ حبیب بانو نے وفات پائی تھی اور میں نے آٹھ برس تک دوسرا نکاح اس لئے نہیں کیا تھا کہ سوتیلی ماں کے برتاؤ سے ڈرتا تھا اس لئے میں نے باپ کی حیثیت میں ہمیشہ اس کو اپنے ساتھ رکھا تھا۔ ہندوستان کے ہر سفر میں وہ میرے ساتھ رہتی تھی پانچ برس تک ملا محمد واحدی صاحب کے مکان پر رہا۔ حور بانو میرے ساتھ رہتی تھی پھر ۱۹۱۲ء میں اخبار توحید کی اڈیٹری کے لئے بھیا شیخ احسان الحق صاحب فقیر عشقی کے مکان لال کرتی میرٹھ میں مقیم رہا۔ حور بانو وہاں بھی ساتھ رہی۔ انقلاب آزادی کے وقت وہ اور اُس کے شوہر اور اس کے دیور کی تین لڑکیاں حیدرآباد میں میرے ساتھ تھیں ایک برس حیدرآباد میں رہنے کے بعد حور بانو اور اس کی بہن روح بانو اور روح بانو کے بچے اور سید ابن عربی نظامی اور ان کے بیوی بچے حیدرآباد سے کراچی گئے اور میں حیدرآباد سے بیوی بچوں کے ساتھ دہلی میں آ گیا حور بانو اپنے شوہر کے ساتھ ایمن آباد ضلع گوجرانوالہ میں جا کر ٹھیری اور وہاں وہ

بیمار ہوئی اور لاہور میں امتیاز بانو نظامی کے پاس علاج کے لئے آئی۔ جب حالت خراب ہوئی تو اس نے مجھے لاہور بلایا مگر اُس وقت میں نظربند تھا۔ اگرچہ شری رام ایشور دیال صاحب ڈپٹی کمشنر دہلی نے مجھے جانے کی اجازت دیدی مگر کچھ اور سیاسی مشکلات ایسی پیش آئیں کہ میں لاہور نہ جا سکا۔ اور اپنے بڑے لڑکے خواجہ حسین نظامی کو اس کی تیمارداری کے لئے لاہور بھیجدیا۔ اور اس کو خط لکھا کہ ۲۱ ستمبر ۱۹۴۹ء کو نظربندی کی میعاد ختم ہوگی اس وقت میں لاہور آؤنگا۔ حور بانو نے اس کے جواب میں اپنے ہاتھ سے جو آخری خط لکھ کر بھیجا وہ مجھے آج تک خون کے آنسو رلاتا رہتا ہے اُس نے لکھا آپ میرے باپ بھی ہیں اور میری ماں بھی ہیں۔ اور میرے پیر بھی ہیں۔ کاش خدا مجھے ۲۱ ستمبر تک زندہ رکھے اور میں ۲۲ ستمبر کو آپ کی صورت دیکھ کر دنیا سے رخصت ہو جاؤں۔ مگر ایسا نہ ہوا اور ۶ ستمبر کو اُس نے لاہور میں وفات پائی اور اس کے بھائی نے اور میرے مریدوں نے اس کو درگاہ حضرت میاں میر صاحبؒ میں دفن کر دیا۔ ڈاکٹر سید امداد علی شاہ نظامی اور سعد اللہ خاں صاحب اور حکیم منزل شاہ نظامی اور پاک دل محمد حسین دینی نظامی اور مبارک علی شاہ نظامی نے اس کی بہت اچھی تیمارداری کی مرتے وقت وہ حکیم منزل شاہ نظامی کے مکان میں تھی اس کے شوہر کلو اپنی متعلقہ عورتوں کے ساتھ وہاں تھے۔ حور بانو کی پھوپھی زاد بہنیں امت الغنی اور امت الوہاب اور امت المبین بھی اس کے ساتھ تھیں اور صرف ان بہنوں نے پردیس میں ایسی اچھی خدمتیں اور تیمارداریاں اس کی کیں جو مجھے ہمیشہ یاد رہیں گی۔ حور بانو انتقال کے وقت چھیالیس

کی تھیں۔ میری مرید تھیں اور درویشی تعلیم کی تکمیل کی تھی۔ اس لئے میں نے ان کو حیدرآباد میں خلافت بھی دی تھی۔ وہ بہت اچھی مضمون نگار تھیں۔ اور بہت اچھی تقریر کرتی تھیں۔ ایک دفعہ لیڈی ولنگٹن نے اُن سے پوچھا کیا تم کو پردے میں کچھ تکلیف ہے۔ حور بانو نے برجستہ جواب دیا کیا آپ کو بے پردگی میں کچھ آرام ہے۔؟

حور بانو کے ہاں ایک لڑکا مسلم پیدا ہوا تھا۔ جو کم سنی میں فوت ہو گیا تھا اس کے بعد کوئی اولاد نہیں ہوئی۔

لاہور میں میرا قیام چار دن رہا۔ میں نے لاہور ریڈیو میں تقریر بھی کی اور لاہور ریڈیو کے اسٹاف سے ملاقاتیں بھی کیں۔ جن میں مولانا شوکت صاحب تھانوی میرے دیرینہ دوست بھی تھے۔

دہلی والے عبدالمالک عاصی نظامی ایڈیٹر روزنامہ اخبار مجاہد بھی ملنے آتے رہے اور میں کامیاب دواخانے کا افتتاح کرنے بھی گیا۔ ایمن آباد سے میرے خاندان کے اصحاب بھی لاہور میں ملنے آتے تھے میرے خلیفہ توکلی شاہ نظامی نے اپنی قیام گاہ پر بہت مکلف دعوت کی تھی۔

لاہور سے ریل میں اوکاڑے گیا۔ جہاں خواجہ بانو کے بھائی سید ابن عربی نظامی غلے کی تجارت کرتے ہیں نظام فرید ٹریڈنگ کمپنی ان کی فرم کا نام ہے۔ وہاں بہت سے مقامی اور مہاجرین احباب سے ملاقاتیں ہوتی۔ حضرت مولانا سید جعفر میاں صاحب پھلواروی امام جامع مسجد کپورتھلہ نے میری تقریر کا انتظام کیا تھا۔ اور پھلواری شریف کے متبرک کھلونے بھی کھلاتے تھے۔

اوکاڑے میں دو دن قیام کر کے ملتان میں گیا۔ جہاں میرے بڑے

لڑکے خواجہ حسین نظامی اور خواجہ سید علی نظامی تجارت کرتے ہیں۔ چار دن اُن کے پاس رہا۔ سب سے پہلے ملتان کی درگاہوں میں حاضری دی اور اپنے دوست کے فرزند نواب سر مرید حسین صاحب سجادہ نشین خانقاہ سہروردیہ سے ملنے گیا۔ چار دن تک ملتان کے بہت لوگ ملنے آتے رہے حسین کی پالی ہوئی بھینس بھی مجھ مسافر کو اُسی طرح محبت سے روزانہ دیکھتی تھی جس طرح حسین کے بچے قدسیہ بانو اور سید سلمان اور سید نعمان اور سید امان اور سید رمان ہر وقت اپنی محبت کی بارش مجھ پر کرتے رہتے تھے حسین کا بڑا بیٹا سید سلمان ایزدی راولپنڈی سے لاہور میں ملنے آیا تھا۔ وہ اگرچہ کم عمر ہے مگر بڑے دادا سے زیادہ بڈھے بچوں کی دانشمندانہ باتیں کرتا ہے۔ ملتان میں مولوی حفیظ الدین نظامی نگانہ ضلع رہتک کے مہاجر اور سید علاؤ الدین صاحب نصیری پیرزادے درگاہ چراغ دہلی راجن پور سے ایک رات کا سفر طے کر کے ملنے آئے تھے۔ اور دو رات میرے پاس رہے تھے۔ ملتان سے خواجہ سید حسین نظامی کے ساتھ روانہ ہوا اور دوسرے دن صبح کراچی پہنچ گیا۔ چھاؤنی اسٹیشن پر بہت سے لوگ استقبال کے لئے جمع ہوئے تھے۔ اسٹیشن سے نمبر ۵ مرزا قلیچ بیگ روڈ میں گیا جہاں میری لڑکی روح بانو کے خسر ڈپٹی سید عزیز الدین صاحب دہلوی رہتے ہیں۔ اور اُن کی بیٹی بھی اُسی مکان میں ہیں جن کے لڑکے فضل الرحمٰن کراچی میں تجارت کرتے ہیں۔ اور وہ بھی اُسی مکان میں ہیں۔ مکان بڑا نہیں ہے لیکن موجودہ زمانے کی مشکلات کے لحاظ سے کہ اچھے مکان بہت کم میسر آتے ہیں۔ یہ مکان بہت غنیمت معلوم ہوا۔ اور میں پچیس ۲۵ دن تک اسی مکان میں رہا پچیس ۲۵ دن کے عرصے میں اس گھر کی

پردہ نشین عورتوں کو جو تکلیف میری وجہ سے ہوئی اس کا مجھے بہت احساس ہے کیونکہ صبح پانچ بجے سے رات کے ۱۲ بجے تک ملاقاتیوں کا تانتا بندھا رہتا تھا۔ نیچے کے حصے میں بیٹھنے کی جگہ دس بارہ آدمیوں سے زیادہ کی نہ تھی۔ اور میری خوابگاہ کا کمرہ بھی بہت مختصر سا تھا۔ دن کے وقت ملاقات کرنے والے خوابگاہ کے کمرے میں آجاتے تھے۔ اور شام کو مغرب کی نماز کے لئے میں نیچے کے حصے میں جاتا تھا اور سبز گھاس کے ایک حصے میں جانماز بچھا کر جماعت سے نماز پڑھتا تھا۔

گورنر جنرل کا خط

جب میں ڈپٹی صاحب کے مکان پر پہنچا تو معلوم ہوا کہ گورنر جنرل پاکستان خواجہ سر ناظم الدین صاحب کا ایک خط آیا تھا۔ جو گھر والوں نے یہ کہہ کر واپس کر دیا تھا کہ ابھی خواجہ صاحب کے آنے کا کوئی وقت معلوم نہیں کیونکہ میں نے لاہور اور اوکاڑے اور ملتان سے کراچی پہنچنے کا کوئی ٹھیک وقت نہیں لکھا تھا۔ اور اس کی وجہ یہ تھی کہ لوگوں کے ہجوم اور ٹھیرانے کے اصرار کے سبب میں فیصلہ نہیں کر سکتا تھا کہ کس مقام پر کتنے دن ٹھیروں گا۔ مگر کراچی پہنچتے ہی گورنر جنرل صاحب کو خبر ہوئی تو انہوں نے دوسرا خط بھیجا جو مجھے اسی دن شام کو مل گیا۔ اس میں مجھ کو اور میرے بڑے لڑکے خواجہ حسین نظامی کو گورنر جنرل نے چاء کے لئے بلایا تھا۔ مگر میں نے دہلی سے روانہ ہونے کے وقت پرمٹ حاصل کرنے کے لئے اپنے سفر کا مقصد پاک پٹن شریف کی زیارت اور مریدوں سے ملنا اور رشتہ داروں سے ملنا لکھا تھا۔ اس لئے میں

ہائی کمشنر ہندوستان کی اجازت کے بغیر کوئی اور کام نہیں کر سکتا تھا لہذا
میں دوسرے دن صبح ڈاکٹر سر سیتا رام صاحب ہائی کمشنر کے پاس گیا
وہ بہت اخلاق کے ساتھ ملے۔ میں نے ان سے کہا یہاں میرے بہت
سے مرید حیدر آباد اور صوبہ بمبئی کے ایسے آتے ہوتے ہیں جو حکومت
ہند کی قید میں تھے جن میں نواب صاحب مانا ودر اور نواب صاحب
مانگرول بھی ہیں لہذا میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ ان سے ملنا حکومت
ہند کے خیال میں مناسب ہے یا نہیں اس کے علاوہ گورنر جنرل نے
مجھے چاء کے لئے بلایا ہے اور ممکن ہے کہ اور وزرا بھی مجھے مدعو کریں
کیونکہ ان سب سے میرے اس وقت کے تعلقات ہیں جبکہ پاکستان
نہیں بنا تھا۔ ڈاکٹر سر سیتا رام صاحب نے جواب دیا کہ آپ کے لئے ہماری
طرف سے دفعہ ۱۴۴ قائم نہیں ہے آپ جس سے جی چاہے ملئے ہر شخص
کی دعوت قبول کیجئے اور میری دعوت بھی قبول کیجئے یہانتک کہ آپ
جلسوں میں تقریریں بھی کر سکتے ہیں۔ اور ہر قسم کے پبلک جلسوں
میں جا سکتے ہیں۔ میں آپ کو اُس وقت سے جانتا ہوں جب آپ ۱۹۱۲
میں اخبار توحید کی ایڈیٹری کے لئے میرٹھ میں رہتے تھے میں میرٹھ
کا رہنے والا ہوں اور اُس وقت میں وہاں وکالت کرتا تھا۔

ڈاکٹر سر سیتا رام صاحب نے یہ بھی کہا کہ مجھے ان لوگوں کی فہرست
دیجئے جن سے آپ میرے ہاں ملنا پسند کریں۔ تاکہ میں اُن سب کو آپ
کے ساتھ مدعو کروں میں نے جواب دیا یہ بات میرے لئے مشکل ہے تاہم
میں خود اپنے لڑکے کے ساتھ جب آپ بلائیں گے آ جاؤں گا۔ ڈاکٹر سر سیتا رام
صاحب فارسی بھی جانتے ہیں۔ اور چہرے سے اور بات چیت سے

شرافت اور دانشمندی اور پرانے زمانے کے اطوار ظاہر ہوتے ہیں۔

قائداعظم کے مزار کی زیارت

میں یہ لکھنا بھول گیا کہ جس دن کراچی میں پہنچا اُسی دن قائداعظم مسٹر محمد علی جناح کے مزار کی زیارت کرنے گیا تھا۔ دروازے پر ایک لڑکا پھولوں کے ہار لئے کھڑا تھا میں نے پوچھا تیرے پاس کتنے ہار ہیں۔ اس نے ہار گنے اور کہا کہ اب صرف پانچ ہار رہ گئے ہیں میں نے کہا میں پنجتن کا دلدادہ ہوں یہ سب مجھے دیدے اس کے بعد میں نے وہ ہار قائداعظم کے مزار پر چڑھائے اور فاتحہ پڑھ کر اور دعا مانگ کر قریب کی مسجد میں مغرب کی نماز ادا کی۔

گورنر جنرل کی دعوت

دوسرے دن شام کو حسین کے ساتھ گورنر جنرل کے عالی شان مکان میں گیا۔ ایک اے ڈی سی موٹر سے اتار کر لے گیا۔ زینے پر حسین اور اے ڈی سی نے سہارا دیکر چڑھایا۔ ایک منٹ کے بعد گورنر جنرل برآمد ہوئے اور دوسرے اے ڈی سی نے میرا تعارف کرایا۔ انھوں نے اپنے پاس بٹھا کر بہت مکلف ناشتہ کرایا اور پونے دو گھنٹے تک مسائل قرآن پر گفتگو ہوئی کوئی سیاسی بات نہ انھوں نے کی نہ میں نے کی۔ میں نے ان کو فہم قرآن کا بہت دلدادہ پایا مسلمان فرقوں کے اختلافی مسائل کا ذکر بھی آیا اور قرآن کی تعلیم کی بموجب ایک طرح کی بحث بھی ہوتی۔ مغرب سے پہلے گھر میں واپس آ گیا۔

مولانا سر ظفر اللہ خاں صاحب وزیر خارجہ پاکستان میرے بہت پرانے دوست ہیں اور اُن کی علمیت اور اسلامی جرأت کا میرے دل پر ہمیشہ سے

نقش ہے۔ انہوں نے مجھکو میرے لڑکے حسین کے ساتھ چاء کے لئے بلایا تھا۔ میں نے اُن سے اسلامی ملکوں کی نسبت بہت سوالات کئے اور انھوں نے ذاتی تجربوں کی بنا پر بہت اچھے جوابات دیئے۔ مگر نہ انھوں نے کوئی سیاسی بات کی نہ میں نے ان کی حکومت کی پالیسی کی بابت کوئی گفتگو کی۔ اور میں ممنون ہوا کہ جب میں نے اُن سے ذکر کیا۔ کہ میں ہمیشہ محمد بن قاسم کی برسی منایا کرتا ہوں جو شعبان میں ہوتی ہے اب چونکہ وہ تاریخ کراچی میں آئی ہے۔ تو ارادہ ہے کہ یہاں بھی برسی کروں انھوں نے کہا مجھے اس سے اختلاف ہے اب آپکو کوئی کام ایسا نہ کرنا چاہیے جس سے آپ کی حکومت کو آپ سے اختلاف پیدا ہو۔ دوراندیشی کا یہ مشورہ بہت زیادہ قابل قدر تھا۔ اور دوسرا اثر مجھ پر یہ ہوا کہ وہ ان سیاسی خود غرضیوں سے پاک ہیں۔ جو آج کل ساری دنیا کے سیاسی لوگوں پر چھائی ہوئی ہیں۔

ملا محمد واحدی صاحب کے گھر پر پانچ برس رہ کر روٹیاں کھاتا رہا تھا۔ اور پھر اپنے گھر میں آجانے کے بعد بھی آٹھویں دن ان کے ہاں دعوت ہوتی تھی۔ کراچی میں بھی انھوں نے یہ رسم پوری کی وہ شہر سے بہت دور رہتے ہیں۔ اور اُن کے ہاں اتوار کے دن بہت سے اہل علم جمع ہوتے ہیں اور حضرت مولانا محمد ایوب صاحب دہلوی کی تقریر سنتے ہیں واحدی صاحب کی دعوت بہت دلچسپ تھی۔ تین آدمی اپنے گھروں سے میرے لئے کھانا لائے تھے۔ اور واحدی صاحب کے دسترخوان پر میں نے ان رنگ برنگ کھانوں کا ایک ایک نوالا کھایا تھا۔

حکومت پاکستان کے وزیر داخلہ خواجہ شہاب الدین صاحب بھی میرے

پرانے دوستوں میں ہیں انھوں نے لنچ یعنی طعام ظہر کی دعوت دی تھی اور حکومت کے وزراء اور عہدے دار اور پاکستان کے نامور شعراء اور اخبار نویس بھی جمع ہوتے تھے۔ میری نشست سر ظفر اللہ خاں صاحب کے برابر تھی جن کی علمی باتیں لذیذ غذاؤں سے زیادہ لذیذ تھیں حسین اور ملا محمد واحدی صاحب اور آغا اشرف صاحب بھی شریک دسترخوان تھے اور میرے داماد سید عبدالسلام بھی تھے خواجہ شہاب الدین صاحب کے خلوص و محبت کا یہ عالم تھا۔ کہ اپنی جگہ سے اٹھ کر کئی بار میرے پاس آئے اور کہا یہ چیز ضرور کھائیے۔ اور جب انھوں کہا کہ ڈھاکے کے دہی بڑے آپ نے نہیں کھائے یہ تو ڈھاکے کا خاص تحفہ ہے۔ میں ہنسا اور خیال آیا کہ راجہ بیربل نے جب عالم خیال میں آسمان سے باتیں کی تھیں اور میں نے اُن سے پوچھا تھا کہ آپ اور شہنشاہ اکبر یہاں کیا کھاتے ہیں؟ تو راجہ بیربل نے کہا تھا۔ کہ مہابلی اکبر امپیریل ہوٹل نئی دہلی سے کھانا منگا لیتے ہیں۔ اور میں لالہ سریرام صاحب دہلوی سے پوریاں کچوریاں اور دہی بڑے اور سونٹھ پانی منگا لیتا ہوں۔ خواجہ شہاب الدین صاحب کی صاحب زادی طاہرہ نے اپنی کتاب پر میرے دستخط منگائے تو میں نے طاہرہ نام کی رعایت سے ایسے فقرے لکھے جس میں پاکستان اور پاکیزگی کا تلازمہ تھا۔ نظم خوانی بھی ہوئی۔ اور جعفری صاحب سہر تیوری نے "ہکلی" نظم بھی سنائی اور مجھے ایسا محسوس ہوا کہ میں دلی کے بے تکلف دوستوں میں بیٹھا ہوں اور خیال آتا تھا کہ خواب دیکھ رہا ہوں میرے دوست غلام محمد وارثی وزیر خزانہ نے بھی میری دعوت کی تھی وہاں ایک شاہ خاموش کو دیکھا تھا جن کی نسبت ملک غلام محمد صاحب نے

کہا کہ وہ چودھری خلیق الزماں ہیں۔ مگر وہ بالکل خاموش رہے۔ سچ کہا ہے بزرگوں نے "جو چپکا رہتا ہے سلامت رہتا ہے" یہ پاکستان مسلم لیگ کے نامور لیڈر ہیں۔

سر سیتا رام صاحب ہائی کمشنر ہندوستان نے بھی مجھے اور حضرت مولانا جمال میاں صاحب فرنگی محلی کو دعوت دی تھی جہاں بہت سے ہندو مسلمان ممتاز اصحاب جمع ہوئے تھے۔ منشی حبیب خاں نظامی اور حضرت مولانا محمد ایوب صاحب دہلوی اور عبدالرحیم من بیر نظامی اور ان کے لڑکے عبد القدوس نظامی اور کلکتے والے سیٹھ امین سلیمان صاحب نے بھی اپنے اپنے مکانوں پر بلا کر مکلف کھانے کھلائے تھے۔

حضرت اکبر الہ آبادی کے نواسے اور پوتے داماد مشتاق احمد صاحب وحیدی کی دعوت سب سے نرالی تھی۔ میں نے کہا اس شرط پر دعوت قبول کرتا ہوں کہ جو کھانے حضرت اکبر مرحوم کھلایا کرتے تھے وہی آپ کھلائیں۔ میں سمجھتا تھا کہ وہ حضرتِ اکبر کے زمانے میں بچے تھے ان کو کیا معلوم کہ وہ کیا کھلاتے تھے۔ لیکن چونکہ ان کی والدہ میری مرید ہیں اور ان کی بیوی حضرت اکبر کی پوتی ہیں اس لئے انھوں نے میرے پسندیدہ شامی کباب اور تلا ہوا گوشت سامنے رکھا تو مجھے بڑی حیرت ہوئی کہ یہی دو غذائیں مجھے بہت مرغوب تھیں۔

حیدر آباد والے بشیر احمد خاں صاحب اور مہاراجہ سر کشن پرشاد مرحوم کی صاحب زادی اور داماد اور نواب حسن یار جنگ بہادر کی

دعوتیں بھی حیدرآبادی تکلفات کی نشانیاں تھیں میری بڑی بہو ڈل آرا بانو کے لکھنوی قرابت داروں کی دعوت میں بھی لکھنوی تکلفات تھے

سندھ کے گورنر دین محمد صاحب بہت محب الفقرا مسلمان ہیں اور میرا ان سے دیرینہ تعلق ہے ان سے ملنے گیا۔ تو انھوں نے بہت شکوہ کیا اور کہا میں نے ڈپٹی کمشنر صاحب کو حکم دیا تھا۔ کہ وہ آپ کی قیام گاہ تلاش کرکے بتائیں آئندہ آپ جب کبھی آئیں تو میرے مہمان ہوں میں نے اسکا وعدہ کیا۔ بھیا شیخ احسان الحق صاحب فقیر عشقی کی بیوی اور بیٹی اور داماد نے میری دعوت میں سارے گھر کو شریک کیا تھا اور لکھنو اور دہلی کے تکلفات کو دسترخوان پر جمع کردیا تھا۔ میرے دوست مولوی سید نجم الدین جعفری مرحوم ڈائریکٹر جنرل انفارمیشن بیورو کے فرزند سید فرید جعفری نے بھی مجھے اس بڑی دعوت میں شریک کیا تھا جو "ڈان" کی فتوحات کی خوشی میں ہوئی تھی۔ مولانا شمس الاسلام صاحب دہلوی نے بھی ایک بڑی دعوت مجھے دی تھی۔ احمد آباد والے خاں صاحب عبدالرحمن نظامی جوناگڈھ ریلوے کے افسر اعلیٰ آج کل حیدرآباد سندھ میں ہیں مجھ سے ملنے آئے تھے۔ اور اُن کی بیوی اور سات بیٹوں اور ایک بیٹی خالدہ نے مل کر ایک بڑی دعوت مجھے دی تھی یہ سب بچے اعلیٰ تعلیم یافتہ اور ہنرکار ہیں۔ خالدہ نے نئی تہذیب اور پرانی تہذیب کو دست بستہ میرے سامنے حاضر کیا تھا جمعیت علما پاکستان کے صدر حضرت مولانا عبدالحامد صاحب بدایونی نے جمعیت کی طرف سے ایک بڑی پارٹی دی تھی۔ مجھ کو اور حضرت مولانا جمال میاں صاحب کو مدعو کیا تھا۔ اور ہم بے نشان اور بے شان مہمانوں کی شان میں قصیدے بھی پڑھوائے تھے اور ہماری تقریریں

بھی سنی تھیں۔ ٹنڈو محمد خاں ضلع حیدر آباد سندھ کے بڑے پیر صاحب نے
بھی پرتکلف دعوت کی تھی۔ اور دیرینہ محبت کے آغوش میں لے کر اپنی روحانی
برکتیں عطا فرمائی تھیں آغا خانی جماعت کے مشہور رکن علی محمد صاحب
چنارا بھی اپنے انگریزی اخبار الاسلام کے دفتر میں لے گئے تھے۔ اور
مدارات کی دھوم دھام دکھائی تھی۔ پروفیسر چاند میاں نظامی مصنف
بولتا قاعدہ نے بھی اپنے مکان پر لے جا کر مہمان نوازی کی تھی میرے
مرحوم مرید پیرجی نظامی ایڈیٹر اخبار "دین" احمد آباد کے بڑے بیٹے فقیر
نظامی بھی اپنی قیام گاہ پر لے گئے تھے اور ان کی والدہ اور بہن روح بانو
نے بھی گذشتہ خاطر داریوں کو زندہ کیا تھا۔ دہلی کے شاہی حلوا سوہن
والوں نے بھی دعوت کی تھی۔ اور گھر پر بھی بہت سی مٹھائیاں لائے
تھے حافظ عبد الحکیم صاحب مالک جنرل بوٹ ہاؤس چاندنی چوک دہلی
اور ان کے لڑکے محمد رحیم صاحب جمن اور خوش منظر صاحب نے بھی کئی
بار اپنے ہاں بلا کر مدارات کا حق ادا کیا تھا۔ میرے عزیز لڑکے مرید غلام اکبر
نظامی جو سندھی زبان کی شاعری میں اقبال ثانی مانے جاتے ہیں ان
کے بھائیوں نے بھی سندھ مسلم ہوٹل میں مدعو کر کے میری اور بہت
دہلی والوں کی دعوت کی تھی عطاء الرحمن نظامی جوہری دہلوی کی
دعوت بھی بہت شاندار تھی مگر میں بھول جانے کے سبب دیر میں پہنچا
اور ان کے بہت سے مہمان میرا انتظار کر کے چلے گئے تھے جس کا مجھے بہت صدمہ

بہت بڑی دعوت

بمبئی والے دوست میمن ابراہیم میکر صاحب نے ایک بڑے ہوٹل میں
دعوت کی تھی جس میں تین سو مہمان تھے اور پریم رنگی قوال کا بھی گانا ہوا تھا اور

میں نے تقریر میں کہا تھا۔ کہ میرے میزبان کا نام ابراہیم ہے اور حضرت ابراہیمؑ کھانا نہ کھاتے تھے جب تک دو چار مہمانوں کو تلاش کر کے گھر میں نہ لے آتے تھے۔ سندھیا جہازران کمپنی کے مشہور رکن عبدالحمید اسمٰعیل صاحب نے حاجیوں کے لئے ایک نئی جہازران کمپنی جاری کی ہے ان کی دعوت ڈبل تھی ایک گھر میں بلا کر بیوی بچوں کے ساتھ اور دوسری بڑے مکان کی چھت پر جس میں پاکستان کے نامی گرامی علما اور عہدہ دار اور عمائد شریک ہوئے تھے۔ میرے دوست سلطان احمد صاحب بیابان والوں نے بھی اپنے بھائی کی شادی میں مجھے اور بہت سے دلی والوں کو اور دوسرے اکابر پاکستان کو مدعو کیا تھا اور میں نے نکاح کے بعد دعا بھی پڑھی تھی اس شادی میں تقریباً ایک ہزار آدمی تھے مگر انتظام ایسا اچھا تھا کہ دہلی کی دعوتیں یاد آ گئیں یہ دہلی میں بھی ایسی دعوتیں کرتے رہتے تھے۔ شفاعت حسین صاحب قریشی اکبر آبادی اور مشتری بیگم ... احمد صاحب ساکن جنگ پورہ دہلی اور سید الطاف حسین نظامی دہلوی اور سید محبت علی شاہ نظامی دہلوی کے مکانوں پر بھی گیا تھا اور میاں نسیم حسین صاحب خلف میاں سر فضل حسین صاحب مرحوم کے مکان پر بھی کھانے گیا تھا اور اپنے پرانے دوست ہاشم علوی صاحب سفیر انڈونیشیا کے مکان پر بھی دو بار گیا تھا۔ اور سیٹھ احمد حاجی نظامی کے بھائی علی محمد نظامی کے مکان پر بھی گیا تھا اور غلام احمد نظامی کے مکان بھی گیا تھا۔ رسالہ مولوی دہلی کے ایڈیٹر عبدالحمید خاں صاحب کے بھائی غزالی خاں صاحب روزانہ ملنے آتے تھے۔ اور ان کی دونوں بیویاں بھی باوجود بیماری کے ملنے آئیں تھیں۔ مگر مجھے بہت افسوس ہے کہ وقت

کی کمی کے سبب ان کے ہاں کھانے کے لئے نہیں جاسکا ملا واحدی صاحب
کے ہاں عام دعوت کے بعد دوسری خاص دعوت میں بھی گیا تھا یا
سر محمد شفیع مرحوم کے قرابت دار میاں کبیر اور اُن کی اہلیہ اور ساس سے
بھی ملنے گیا تھا۔ اور اُن کی مدارات کی کیفیت دیکھی تھی۔ نواب سر سید
مہر شاہ صاحب سے بھی ملنے گیا تھا۔ اور اُن کے چھوٹے بچے کی تمیزداری
اور سنجیدہ درویشانہ تربیت سے لطف اٹھایا تھا چودھری بشیر احمد صاحب
اور شیخ اعجاز احمد صاحب سے بھی ملنے گیا تھا۔ میرے گھر کے قریب
رفیق المسلمین حاجی وجیہ الدین صاحب مالک پائنیر آرمز کمپنی رہتے تھے ان
کے ہاں بھی گیا تھا۔ اور اُن کی ملاقات کا لطف اٹھایا تھا۔ حضرت اکبر
الہ آبادی کے پوتے سید مسلم اور اُن کے بہنوئی انعام اللہ صاحب کے
مکان پر بھی گیا تھا۔ انعام اللہ صاحب نے ایسا اچھا مکان بنایا ہے
کہ میں نے کہا یہ تو حضرت اکبر کی ایک غزل ہے میرے ملازم گلزاری نے
کراچی میں ہوٹل کھول لیا ہے۔ وہ کئی بار دعوت دینے آیا کہ میرے ہوٹل
میں چل کر کچھ کھا لیجئے۔ مگر وقت نہ ملا۔ میں نے سنا تھا کہ مسٹر محمد ایوب
کھوڑو اور مسٹر جی ایم سید میرے مکان کے قریب رہتے ہیں۔ مگر
ان سے ملاقات نہیں ہوئی اس واسطے ان سے نہیں ملا۔ مجھے آئندہ
نسلوں کی یادداشت کے لئے اپنی بیٹی ردحہ اور اپنی بہو زینب کی اور
اور اُن کی والدہ نانی اور بہن خالدہ اور بھائی فضل الرحمن صاحب
اور اس گھر کے مالک ڈپٹی سید عزیز الدین صاحب اور ردحہ کے شوہر
سید عبدالسلام صاحب کا شکریہ بھی ادا کرنا چاہئے جنہوں نے پچیس ۲۵
دن تک میری وجہ سے رات دن کی تکلیف اٹھائی اور میری آسائش

کا ہر وقت خیال رکھا میں اپنے بڑے پوتے سید ولی نظامی اور چھوٹے پوتے سید وصی نظامی اور ان کی بہن طاہرہ قرۃ العین اور دوسری بہن فریدہ اور اپنے نواسے رحیم اور نوجہم اور نواسی طوطی ہزار داستان گل رعنا کی محبتوں اور خدمتوں کو کبھی فراموش نہ کرونگا من ہر نظامی کے بیٹے عبدالقدوس نظامی نے میرے لئے نئے جوڑے کپڑوں کے اپنے ہاتھ سی کر بنائے اور پہنائے خوش منظر صاحب نے ایک نہایت عمدہ ہوٹی ندر کی اور غلام احمد نظامی اور علی محمد نظامی نے بھی بہت زیادہ خدمت گذاریاں کیں اور مانگرول والے غلام حسین نظامی اور ان کے بیوی بچوں نے بھی بہت زیادہ خدمت گذاریاں کیں۔

کراچی میں داخل ہوتے ہی سید ظفر نیازی صاحب ایڈیٹر نقاد کراچی نے اپنی موٹر میرے حوالے کر دی تھی۔ اور مجھے خود سب جگہ لے جاتے تھے۔ کچھ دن کے بعد حکیم حاجی حافظ محمد سعید صاحب مالک دواخانہ ہمدرد کراچی نے اپنی شاندار موٹر دیدی تھی۔ جو صبح سے آدھی رات تک میرے پاس رہتی تھی۔ اور میں کئی بار حکیم صاحب کے مطب میں بھی ملنے گیا تھا اور گھر پر بھی گیا تھا۔ میرے برادر زادے سید معز الدین نظامی کے بیوی بچے ملنے آتے رہتے تھے اور میں بھی ان کے گھر پر گیا تھا۔ اور اخبار انجام دفتر میں محمد عثمان صاحب آزاد سے بھی ملنے گیا تھا۔ اردو اخبار ڈان کے دفتر میں سید فرید صاحب جعفری سے بھی ملنے گیا تھا۔ اور مولانا اشتیاق حسین صاحب قریشی دہلوی وزیر مہاجرین کے مکان پر بھی گیا تھا مگر وہ اس وقت موجود نہیں تھے۔ میرے پرانے دوست پیر الٰہی بخش صاحب سابق وزیر سندھ بھی ملے تھے۔ اور یوسف عبداللہ ہارون

صاحب کے بھائی بھی ملے تھے جن کا نکاح قائد اعظم مرحوم کی موجودگی میں میں نے پڑھایا تھا سید صدر العلا صاحب دہلوی بھی اور حامد صاحب دہلوی بھی روزانہ ملنے آتے تھے۔ اور حامد صاحب نے کراچی کا تحفہ سوہن کا ایک بکس بھی دیا تھا۔ کراچی ریڈیو کے اراکین سے بھی دو بار ملاقاتیں ہوئیں تھیں۔ اور میں نے وہاں تین تقریریں کی تھیں۔ ایک تقریر نشر ہوئی اور دو تقریروں کے ریکارڈ بنائے گئے۔

حجازی دعوت

سعودی عرب کے سفیر کبیر نے بھی ایک بڑی دعوت دی تھی جہاں انھوں نے عرب کے قدیم و جدید کھانے کھلائے تھے اخبار العرب کے ایڈیٹر عبد المنعم صاحب العدوی کے دفتر میں بھی گیا تھا۔ یہ میرے بہت پرانے دوست ہیں۔ بھیا فقیر عشقی کے اکلوتے فرزند عرفان الحق شبلی مرحوم کی قبر پہ بھی گیا تھا۔

خالق دینا ہال کی قوالی

میرے دہلوی مرید مستری حبیب خاں نظامی جو ہندوستان اور برما اور افغانستان کے سفر میں مسلسل رفاقت کر چکے ہیں آج کل کراچی میں اپنے بال بچوں کے ساتھ مقیم ہیں اور دکاڑے سے میرے ساتھ ملتان اور کراچی تک آئے ہیں۔ انھوں نے اور غزالی خاں صاحب اور رحمن ہر نظامی اور عبدالقدوس نظامی اور غلام احمد نظامی اور غلام حسین نظامی اور علی محمد نظامی اور عبداللہ شہودی نظامی سہارنپوری وغیرہ نظامی بھائیوں نے مل کر کراچی کے مشہور بڑے ہال خالق دینا ہال میں حضرت محبوب الٰہیؒ کی ماہانہ نیاز اور قوالی کی مجلس کا انتظام کیا تھا۔

مستری حبیب خاں نظامی نے کل خرچ ادا کیا تھا اور چاہتے تھے کہ سب کو کھانا بھی کھلائیں مگر میں نے کہا کھانا کھلاؤ گے تو کھانے کا انتظام قابو میں نہیں رہے گا۔ چار لاؤڈ اسپیکر لگائے گئے تھے ہال کے اندر اور ہال کے برآمدوں میں اور برابر کے میدانوں میں کم از کم پچیس ۲۵ ہزار آدمی جمع تھے۔ اور ایک ہزار عورتیں بھی تھیں کراچی میں ہندوستان کے تمام صوبوں سے جو فقرا اور مشائخ ہجرت کر کے آ گئے تھے۔ وہ سب بھی آئے تھے اور کراچی کے چھوٹے بڑے عہدے دار بھی آئے تھے۔ اس مجلس کا رقعہ میں نے دہلی اور ہندوستان کے اور حیدرآباد کے اخباروں اور تعلق والوں کو بھی بھیجا تھا۔ دہلی کے اور ہندوستان کے سب نامی قوال بھی جمع ہوئے تھے۔ پہلے میں نے تقریر کی اور کہا کہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاؒ نے فرمایا ہے۔ قوالی، اخوان۔ مکان، زمان کی شرائط کے ساتھ سنی جاتی۔ اخوان سے مراد سننے والے ہیں کہ وہ سب ہم خیال ہوں مکان سے مراد ایسی جگہ ہے۔ جہاں کسی دوسرے کو تکلیف نہ ہو۔ زمان سے مراد ایسا وقت ہے۔ جو کھانے اور سونے اور نماز کا نہ ہو۔

قوالی رات کے دس ۱۰ بجے سے رات کے دو ۲ بجے تک رہی۔ [illegible] کو کیف اور وجد بھی بہت ہوا۔ اور قوالوں کو اتنا روپیہ ملا کہ بعض لوگوں نے ایک ایک وقت میں پچاس پچاس روپے کی بیل دی۔ سب کہتے تھے آج یہاں آپ کی درگاہ کے سالانہ عرس کی بڑی مجلس کا لطف آ گیا۔

آغا اشرف کا سفر

میرے معنوی استاد حضرت مولانا محمد حسین صاحب آزاد کے پوتے آغا اشرف صاحب خواجہ شہاب الدین صاحب وزیر داخلہ کے پرائیویٹ سیکرٹری اپنی انگریز بیوی اور لڑکی کے ساتھ کراچی پہنچے کے چند دن کے بعد

امریکہ روانہ ہوئے تھے۔ میں اپنے لڑکے حسین اور ملا محمد واحدی صاحب کے ساتھ ہوائی جہاز تک ان کو رخصت کرنے گیا تھا۔ آج میرے دوسرے دوست حاجی داؤد و حاجی ناصر ماؤجی بھی اپنی اہلیہ اور لڑکے کے ساتھ مشہد مقدس کی زیارت کے لئے ہوائی جہاز میں ایران روانہ ہوئے اور ہوائی اڈے پر ترکی حکومت کے سفیر سے بھی میری ملاقات کرائی گئی تھی۔ حضرت مولانا سید محمد صاحب خطیب اعظم بھی ایک روز قیام گاہ پر ملنے آئے تھے اور بہت پر لطف مجلس ہوئی تھی۔ وہ بھی زیارتوں کے لئے ایران تشریف لے گئے ہیں۔ حیدرآباد والے ڈاکٹر عابد حسین نظامی مرحوم کی بیوی بھی یہاں آئی ہوئی تھیں اب وہ حیدرآباد گئیں ہیں۔ حیدرآباد والے سید بشیر نظامی اور رقیہ نظامی اور لیلیٰ نظامی بھی ملنے آئیں تھیں۔ نواب صاحب مانگرول کے قریبی قرابت دار فصیح الحق صاحب عباسی جن کو میں نے حق دار شاہ خطاب دیا تھا۔ آج کل یہاں ہیں اور روزانہ ملنے آتے ہیں۔ کولمبو لنکا والے ہونہار تاجر یوسف حبیب صاحب بھی کئی بار ملنے آتے تھے اور میں پاکستان کی نامور پبلشر کمپنی تاج کمپنی میں بھی گیا تھا۔ اپنی زندگی میں پہلی بار اسلامی کتابوں اور قرآن شریف کی اشاعت کا اتنا بڑا کاروبار دیکھا میرے خیال میں ہندوستان و پاکستان کے کسی مقام پر اتنا بڑا کاروبار کتابوں کا نہ ہوگا۔

اب میرے رفیق قلم کاری عبدالنعیم خاں صاحب فرخ آبادی بھی اسی کمپنی میں ملازم ہیں۔ میرے پرانے ملازم مرزا سہراب شاہ جو بہادر شاہ بادشاہ کے پڑپوتے ہیں اپنے بیوی بچوں کے ساتھ کئی بار ملنے آئے تھے میں

وفادار ملازم محمد یونس کی والدہ اور بھائی اور بہنوئی بھی ملنے آئے تھے۔ منشی قربان علی صاحب مرحوم کی بیوہ بھی ملنے آئی تھیں۔ میری بستی کے لوگ بشیر خاں سلطا حسنا اور حسین علی اور گلزاری اور حمید وغیرہ روزانہ ملنے آتے ہیں۔ جناب سید ناصر نذیر صاحب فراق دہلوی کے فرزند سید ناصر خلیق صاحب نگار بھی ملنے آئے تھے۔ محمد علی ضیا اور ان کے بیٹے محمد حنیف بھی ملے تھے اور سر عبد الرحیم صاحب کے صاحبزادے رحیم صاحب بھی ملے تھے اور میرے مرحوم دوست مولانا سر محمد یعقوب صاحب کے بھانجے معقول احمد صاحب بھی ملے تھے اور اجمیر شریف کے صاحبزادے سید عبد الواحد صاحب سابق ناظم جنگلات حیدر آباد کے مکان پر بھی گیا تھا۔ اور مسٹر اکرام اللہ کی اہلیہ ڈاکٹر محبوبہ اختر سپر ورد یہ کے مکان پر بھی گیا تھا اور شاہ بان صاحب کے مکان پر بھی گیا تھا اور انہوں نے سندھی کام کی ایک ٹوپی دی تھی۔

میرے دیرینہ رفیق ضیاء الدین احمد برنی دہلوی بھی اکثر ملنے آتے تھے۔ اور گوالیار والے سید فتح علی صاحب بھی آتے رہتے تھے۔ اور میں محمد رحیم صاحب چمن دہلوی کے ساتھ تاجران جمعیت آگرہ و دہلی کا وہ مقام دیکھنے گیا تھا جو انھوں نے دیسی اور انگریزی پارچہ جات کی تجارت کے لئے بنانی شروع کی ہے۔ اور جہاں جمعیت والوں کے سب تاجر مل کر ایک بڑی تعمیر تیار کر رہے ہیں۔ جہاں کاریگروں اور بیوپاریوں کو رہنے کی جگہ دی جائے گی اور باہر کے آنے والوں کی مہمانداری بھی ہو گی محمد رحیم صاحب اور ان کے بھائی خوش منظر صاحب نے آگرے اور دہلی کا نام بہت روشن اور

اونچا کر دیا ہے۔ باٹا کمپنی کے یورپین بانیوں نے یہ کام دیکھا تو ان کے عزم اور ہمت کی بہت تعریف کی چمن صاحب نے ایک ماہوار رسالہ فٹ ویر بھی جاری کیا ہے میں نے اس کا نام پاپوش میگزین تجویز کیا ہے۔

کراچی سے روانگی

۱۹ مرجون ۱۹۵۰ء کی شام کو عصر کے بعد حسین نظامی کے ساتھ کراچی سے رخصت ہوا بہت سے دوست اور مرید پھولوں کے ہار لے کر پہنچانے آئے تھے رات کو گیارہ بجے حیدرآباد سندھ اسٹیشن پر عبدالرحمٰن نظامی وغیرہ اہل سلسلہ ملنے آئے۔ ہم دونوں باپ بیٹے فرسٹ کلاس میں تھے مگر یہ فرسٹ کلاس کچھ زیادہ آرام دینے والی نہیں تھی صبح ملتان اسٹیشن پر علی اور ندسیہ ملنے آئے تھے حسین کے اور بچے اسکول کے سبب نہیں آئے تھے۔ بھاولپور اسٹیشن پر جان محمد نظامی بزاز موگا ضلع فیروزپور والے مہاجر اپنے بیوی بچوں کے ساتھ ملنے آتے تھے ایک اسٹیشن پر مجیٹھہ والے حکیم ڈاکٹر منظورالحق نظامی بھی اپنے بیوی بچوں کے ساتھ آئے تھے ۴ بجے منٹگمری اسٹیشن آیا۔ سید ابن عربی نظامی اور سید مسلم نظامی میرے برادرزادے اور سید ابن علی نظامی الٰہ دوسرے برادرزادے موٹر لے کر آئے تھے۔ تیس میل سفر طے کر کے پاکپتن شریف پہنچا۔ پہلے حضرت باباصاحبؒ کے روضہ شریف میں حاضری دی اور مزار کو چمٹ کر خوب رویا۔ پھر اپنے دادا حضرت مولانا خواجہ سید بدرالدین اسحٰقؒ کے مزار پر حاضری دی اور وہاں

سید بادشاہ صاحب اور اُن کے لڑکوں سے ملاقات کی۔ پھر پاکپتن ٹاؤن ہال میں گیا جہاں خواجہ سید مسلم نظامی نے ایک بڑے جلسے کا انتظام کیا تھا۔ دیوان صاحب پاکپتن شریف اور اُن کے بھائی صاحب بھی کچھ دیر کے لئے تشریف لائے تھے۔ مغرب کی نماز کے بعد بھی تقریر کی تھی اس کے بعد دیوان صاحب کے مکان پر گیا تھا جہاں بہت لوگ ملنے کے لئے جمع ہوئے تھے۔ کھانے کا تین جگہ انتظام ہوا تھا سید مسلم نظامی کے ہاں بھی اور دیوان صاحب کے ہاں بھی اور حضرت مولانا میاں علی محمد شاہ صاحب ہوشیار پوری کے ہاں بھی۔ مگر میں نے دیوان صاحب اور سید مسلم نظامی سے معافی مانگ لی۔ اور میاں صاحب کے ہاں جا کر کھانا کھایا۔ جو میرے بہت پرانے دوست ہیں اور ان کے نانا حضرت میاں محمد شاہ صاحب چشتی نظامی سے میں نے روحانی فیض بھی پایا تھا اس وقت میاں علی محمد شاہ صاحب بہت کم عمر تھے۔ اس خاندان سے میری عقیدت اس لئے بہت زیادہ ہے کہ ان کے نانا اور یہ دہلی کے سب چھوٹے بڑے عرسوں میں پابندی سے شریک ہوتے تھے اور اب بھی ان کی طرف سے ان کے دہلوی مریدین عرس کرتے ہیں۔ پچھلی رات میں عبادت کے لئے بیدار ہوا تھا۔ مگر میاں صاحب کے سامنے میری عبادت ماند تھی۔

دوسرے دن سید مسلم نظامی کے گھر میں ہم سب نے کھانا کھایا میرے قرابت دار سید مصطفےٰ علی نظامی بھی ملنے آتے تھے جو آج کل یہاں مقیم ہیں اور بھی بہت آدمی ملنے آتے رہے۔

تیسرے پہر رخصتی زیارت کرکے موٹر میں روانہ ہوا۔ یہ دیکھ کر بہت خوشی ہوئی کہ سید مسلم نظامی یہاں اپنے بزرگوں کے نقش قدم پر چل رہے ہیں اور خدا نے ان کو عزت بھی دی ہے اور رزق کی فراغت بھی دی ہے۔ میرے والد سید عاشق علی مرحوم کے چھوٹے بھائی سید معشوق علی کی ایک بیٹی میری مرحومہ بیوی حبیب بانو تھیں ایک بیٹی خواجہ بانو کی والدہ تھیں اور سید معشوق علی کے بڑے بیٹے سید اصغر علی مرحوم کے بیٹے سید نظام علی ایمن آباد ضلع گوجرانوالہ میں ہیں اور دلدار علی مرحوم کے چھوٹے لڑکے سید مسلم نظامی ہیں سید مسلم نظامی دہلی کی سنی اوقاف کمیٹی کے ممبر بھی تھے اور میں بھی اس کمیٹی کا ممبر تھا۔ ان کی تحریر بھی اچھی ہے اور تقریر بھی اچھی ہے اور عملی قابلیت بھی اچھی ہے۔ اور پاکپٹن شریف میں قومی خدمات کے سبب ان کو رسوخ بھی حاصل ہے۔

پاکپٹن شریف سے روانہ ہو کر منٹگمری گیا اور منٹگمری سے موٹر میں اوکاڑے پہنچا۔ جہاں نظام فرید ٹریڈنگ کمپنی میں ٹھیرا حاجی پیر ضامن نظامی صاحب میرے قرابت دار اور سید ابن عربی کی بیوی شاہ بانو کے بھائی بھی آج کل یہاں ہیں۔ رات کو جامع مسجد میں تقریر بھی کی۔

برلا مل کی سیر

صبح برلا مل اوکاڑے کے ہندو مسلمان اہل کار ملنے آئے تھے اور میں نے ان کے ساتھ جا کر مل دیکھا تھا۔ بہت بڑا کارخانہ ہے کاریگر اور اہلکار سب مسلمان ہیں۔ دو چار بڑے افسر ہندو بھی ہیں

اس کمپنی نے مزدوروں کے بچوں کے لئے بہت اچھا اسکول بھی بنا رکھا ہے اسکول کے ہیڈ ماسٹر ریاست فرید کوٹ کے ہیں۔ وہاں ایک جلسہ بھی ہوا تھا خیر مقدم کی تقریریں بھی ہوئی تھیں میں نے بھی بچوں اور استادوں کو مخاطب کر کے ایک مختصر تقریر کی تھی۔ اس فیکٹری کے افسر اعلیٰ بہت خلیق اور ملنسار ہندو ہیں۔

مستری حبیب خاں نظامی اور حکیم منزل شاہ نظامی کراچی سے لاہور تک اس سفر میں ساتھ رہے۔ اوکاڑے سے لاہور گیا۔ اور نمبر ۵ ایمپرس روڈ میں امتیاز بانو نظامی کے ہاں ٹھیرا۔ حاجی پیر ضامن نظامی صاحب کے بڑے فرزند حاجی مدنی بھی لاہور تک ساتھ آئے ہیں لاہور سے کرائے کے موٹر میں امین آباد گیا جہاں میرے خاندان کے بہت سے لوگ بحیثیت مہاجر آباد ہیں۔ سب چھوٹوں بڑوں سے ملا۔ اور وہ مکان بھی دیکھا جہاں میری مرحومہ لڑکی حور بانو رہتی تھی۔ وہ جگہ دیکھ کر میں بہت زیادہ رویا۔ یہاں سے روانہ ہو کر راہ والی شوگر فیکٹری میں گیا۔ جو گوجرانوالہ سے چند میل دور ہے۔ وہاں میرے پرانے دوست محمد شفیع صاحب انجینیر نے بلایا تھا۔ ان کے ایک بچے کی بسم اللہ سہارنپور میں پڑھانے گیا تھا اور دوسرے بچے کی بسم اللہ یہاں پڑھائی انھوں نے بہت پرتکلف دعوت کا انتظام کیا تھا اور معقول نذریں بھی دیں تھیں۔ ان کے مکان پر بہت سے مسلمان ملنے آئے تھے۔ رات کو گیارہ بجے لاہور میں واپس آیا۔ اور دوسرے دن لاہور سے باہر تاج پورے میں میرے خلیفہ توکلی شاہ نظامی کے مریدوں نے مدعو کیا تھا۔ اور بہت شاندار دعوت ہوئی تھی جیسے خود شاہ صاحب عابد زاہد اور [illegible]

کے خدمت گزار ہیں ایسے ہی اُن کے مرید بھی بڑے خوش عقیدہ اور پیروں کے فدائی ہیں۔ اگرچہ غریب ہیں مگر دل شاہانہ رکھتے ہیں۔ دوسرے دن باٹا پور کا بڑا کارخانہ دیکھنے گیا تھا۔ لاہور سے دس میل دور ہندوستان کی سرحد کے قریب ہے۔ یہاں کے سب اعلےٰ افسر یورپین ہیں۔ ان سب سے میری ملاقاتیں ہوئیں۔ اور ہر جگہ میری تصویریں لی گئیں۔ موسٹے نظامی اس فیکٹری میں ایک عہدے دار ہیں۔ انھوں نے اپنے مکان پر بہت شاندار دعوت کا انتظام کیا تھا۔ ان دونوں کارخانوں کے اہل سلسلہ کی محبت اور عقیدت کا میرے دل پر بہت اثر ہوا۔ جاتے وقت بھی لاہور میں بہت زیادہ احباب ملنے آئے تھے۔ اور اب واپسی کے وقت تو بہت ہی زیادہ ملنے والے آرہے ہیں۔ اخبار مجاہد کے ایڈیٹر عاصی نظامی کے مکان پر بھی گیا تھا۔ اور وہاں شاکر نظامی اور ذاکر نظامی نے خیر مقدم کی نظمیں سنائی تھیں۔ اور عاصی نظامی کے بیوی بچے بھی ملے تھے۔ میرے قدیمی دوست فضلی صاحب بھی ملنے آئے تھے جن کی سینما کمپنی ہیں کلکتے جاکر میں نے نیظر اکبرآبادی کا پارٹ بھی کیا تھا۔ اور نظم کیا خوب سودا نقد ہے۔ اس ہاتھ دے اس ہاتھ لے نیظر اکبرآبادی کے درویشانہ انداز میں پڑھی تھی چونکہ اس فلم میں بہادر شاہ بادشاہ کا سین بھی آتا تھا۔ اس واسطے انگریزی حکومت نے اس فلم کے دکھانے کی اجازت نہیں دی۔ مولانا حمید الظفر صاحب حیدرآبادی پرمٹ آفیسر پاکستان نے ایک بڑی مکلف دعوت اپنے مکان پر میری کی تھی جس میں مولانا سید احمد علی صاحب غازی پوری ہوم سیکرٹری لاہور گورنمنٹ بھی شریک تھے اور فریدی صاحب مرادآبادی بھی جو یونائیٹڈ پریس پاکستان کے افسر

ہیں اور میرے پرانے دوست ہیں۔ حضرت آدم کی خلافت کا ذکر آیا تو اس درخت کی بحث شروع ہوئی جس کے پاس جانے سے آدم کو روکا گیا تھا۔ میں نے وہ مضامین بیان کیے جو اپنی کتاب اسرار اسم اعظم میں لکھ چکا ہوں۔ اس پر مولانا سید احمد علی صاحب جنرل سیکریٹری نے ایک نیا نکتہ پیش کیا کہ ولا تقربا هٰذہ الشجرۃ میں ھٰذہ سے کیا مراد ہے؟ میں لاجواب ہو گیا اور کہا کہ میں دہلی جا کر اور تفسیریں پڑھ کر اس کا جواب آپ کو دوں گا تاہم میں اپنے اس دعوے کو واپس لیتا ہوں کہ جتنا میں نے قرآن کی اس بحث کو سمجھا ہے اتنا آج تک کسی نے نہیں سمجھا تھا۔

ماڈل ٹاؤن لاہور میں خواجہ فضل احمد خاں صاحب شیدا دہلوی سے ملنے گیا تھا اور غلام غوث صاحب صمدانی انجینیر بہاولپوری ساکن آدم پور کڑیانہ ہوشیار پور کو بھی تلاش کیا تھا۔ جو یہاں کہیں مقیم ہیں مگر مکان نہیں ملا اور اپنے پرانے دوست مولانا سالک صاحب کو بھی تلاش کیا تھا۔ مگر ان کا مکان بھی نہیں ملا۔ آخر وہ خود میرے مکان پر ملنے کے لئے تشریف لائے۔

میگزین ضلع سیالکوٹ میں اپنے مرحوم مرید خان بہادر ابراہیم حسن نظامی کے بیوی بچوں سے ملنے کے لئے جانا چاہتا تھا۔ مگر پرمٹ کی گنجائش کم رہ گئی تھی اور اپنے خلیفہ سید کشفی شاہ نظامی سے بھی ان کے مکان پر چک قاضیان میں ملاقات کی تمنا رکھتا تھا۔ ان کے لڑکے محمد اقبال نظامی لاہور میں ملنے آئے تھے۔ مگر آج لاہور میں سنا کہ خان بہادر مرحوم کے اکلوتے فرزند اسمٰعیل اور ان کی بہنیں اور ان کے بہنوئی محمد حنیف صاحب ماڈل ٹاؤن ڈی بلاک میں رہتے ہیں۔ اس واسطے

تلاش کرتا ہوا ان کے مکان پر پہنچ گیا۔ اور اپنے مرحوم پیارے مرید کے بچوں کو دیکھ کر مجھے ایسی خوشی ہوئی گویا میں اپنے گھر میں آ گیا۔ لاہور ریڈیو پاکستان کے قاضی جی کی تقریر سننے بھی گیا تھا اور وہاں مولانا شوکت صاحب تھانوی سے بھی ملاقات ہوئی تھی مولانا شوکت صاحب تھانوی نے سر عبدالقادر صاحب مرحوم کی نواسی سے عقد کیا ہے دونوں میاں بیوی ملنے آئے تھے۔ اور قاضی جی کے بھائی سراج صاحب اور قاضی جی کی بیوی اور بہن کو بھی وہاں دیکھا تھا۔ چونکہ میں قاضی جی کا بہت زیادہ دلدادہ ہوں اس واسطے ان کے سارے خاندان کو دیکھتے مجھے ایسی خوشی ہوئی گویا میں نے اپنی زندگی کی سب سے بڑی پیاری چیز دیکھ لی۔ ہزاروں آدمی قاضی جی کی تصویر دیکھنے کے تمنائی ہیں۔ مگر میں نے آج قاضی جی کو بھی دیکھ لیا اور ان کی بیوی اور بہن اور بھائی کو بھی دیکھ لیا اور مجھے قاضی جی سے شکوہ کرنا پڑا کہ وہ اپنی ایسی لائق بیوی اور بہن سے ہمیشہ کیوں لڑتے جھگڑتے رہتے ہیں۔ میں نے قاضی جی کی بیوی سے کہا کہ معلوم ہوتا ہے تمہارے میاں اور شادی کرنی چاہتے ہیں۔ یا ہو سکتا ہے کہ انہوں نے شادی کر لی ہو۔ اس لئے تم مجھ سے تسخیر کا تعویذ لے لو۔ تاکہ قاضی جی سچ مچ زن مرید ہو جائیں۔

دراصل بات تو کچھ اور تھی مگر میں نے یہاں قاضی کا بھرم قائم رکھنے کیلئے بطریق "زیب داستان" کچھ اور لکھ دیا ہے۔ قاضی جی نے حسن عنایت کا برتاؤ کیا۔ اس کا میں شکریہ ادا کرتا ہوں سید رشید مختاری صاحب فرزند شمس العلما سید احمد صاحب مرحوم

امام جامع مسجد دہلی کے فرزند بھی ملنے آئے تھے۔ وہ یہاں اسٹیٹ بلاک میں افسر ہیں۔ اور مولانا احمد سعید صاحب دہلوی کے بھائی مولانا ادریس صاحب ہاشمی بھی ملنے آئے تھے جن کے کارخانے کے بنائے ہوئے فرنیچر سے میرا سارا گھر بھرا ہوا ہے۔ سید بدرالدین نظامی اور ان کی والدہ بڑی بیگم اور دہلی کے بہت سے نئے آدمی لاہور کے موجودہ قیام میں ملنے آئے تھے۔

سعداللہ خاں صاحب جو ابھی بیوی بچوں کے ساتھ دہلی گئے تھے وہ بھی ملنے آئے۔ میں یہ لکھنا بھول گیا۔ کہ مبارک علی شاہ نظامی کے ساتھ ان کے جد امجد حضرت زنجانی صاحب کے درگاہ میں بھی حاضری دی تھی۔

پرمٹ آفیسر ہندوستان

واپسی کے وقت کفہ صاحب پرمٹ آفیسر ہندوستان نے اتنی زیادہ مہربانی کی جو بہت شکر گزاری کے قابل ہے کہ پانچ منٹ میں پرمٹ تیار کر دیا۔ لاہور کے ڈپٹی کمشنر سید سعید جعفری صاحب سے بھی ملنے گیا تھا۔ میں ان سب بھائیوں کو اپنی اولاد کی طرح عزیز رکھتا ہوں۔ ان کے دو بھائی سید فرید جعفری اور سید سعد جعفری کراچی میں ہیں۔

امتیاز بانو نظامی کے شوہر گذشتہ سفر لاہور کے وقت دورے پر تھے۔ مگر اس سفر میں ان سے بھی ملاقات ہو گئی۔ مگر اس کا افسوس رہا کہ اپنے پرانے مرید سلطان احمد وجودی نظامی سے وقت کی کمی کے سبب ملاقات نہ کر سکا۔ محمد خلیل دہلی والے روزانہ صبح و شام ملنے آتے تھے۔

۲۷ جون کی صبح کو ہوائی اڈے پر گیا۔ سید ابن عربی اور

سید بدرالدین حسین نظامی اور ان کی والدہ اور خان بہادر بابو ابراہیم نظامی کے لڑکے اسمٰعیل نظامی اور محمد حنیف صاحب خان بہادر کے داماد اور سید رشید بخاری صاحب وغیرہ بہت سے مرید اور احباب پہنچانے آئے تھے۔ زمیندار کے ایڈیٹر مولانا اختر علی خاں صاحب اُسی وقت جہاز سے آئے تھے اور اُن سے بھی ملاقات ہوئی تھی

پرانا گھنٹہ

تیس برس ہوئے ہیں تب کلکتے سے چالیس روپے قیمت میں دیوار پر لٹکانے کا ایک گانے بجانے والا گھنٹہ خریدا تھا۔ جو انقلاب دہلی کے وقت میرے داماد اپنے ساتھ کراچی لے گئے تھے۔ اب میں نے چاہا کہ اس گھنٹے کو دہلی لے جاؤں کیونکہ تیس برس کا رفیق ہے۔ پچھلی رات کی عبادت اور تحریروں میں میرا مونس رہ چکا ہے مگر سب کہتے تھے کہ گھنٹہ لے جانے کی اجازت نہیں ملے گی۔ لیکن پاکستان کے کسٹم آفیسر صاحب سے ملا اور انھوں نے بغیر چنگی کے اس کے لیجانے کی اجازت دیدی وہ بہت اچھے آدمی ہیں اور انھوں نے اپنے آدمیوں کو ہوائی اڈے تک میری آسائش کے لئے بھیجا

گیارہ بجے جہاز لاہور سے اڑا اور مجھے دل کا دورہ شروع ہوا ساڑھے بارہ بجے دہلی پہنچ گیا۔ مگر دہلی کے کسٹم والوں نے اس بے دردی سے میرا سامان دیکھا کہ مجھے پاکستان کے محکمہ کسٹم کی انسانیت بہت نمایاں نظر آنے لگی ان لوگوں نے میرے گھنٹے کی قیمت بیس روپے تجویز کی مگر کسٹم محصول پندرہ روپیہ لے لیا۔
حضرت عیسیٰ کے مخالفوں نے رومی بادشاہ کی تصویر کا ایک

روپیہ حضرت عیسیٰؑ کے سامنے ڈالا۔ اور کہا کہ یہ بادشاہ ہم سے کسٹم مانگتا ہے۔ سوال کا مطلب یہ تھا کہ حضرت عیسیٰؑ کسٹم کی مخالفت کریں گے تو رومی حکومت کے باغی ٹھہریں گے۔ اور کسٹم کی تائید کریں گے تو توریت کے مخالف قرار پائیں گے جس نے چنگی کو گناہ بتایا ہے۔ حضرت عیسیٰؑ نے نہایت بے پروائی سے جواب دیا تھا "خدا کا حق خدا کو دو اور بادشاہ کا حق بادشاہ کو دو۔" اس لیے میں یہ سوچتا ہوں کہ پرانے کپڑوں کی پندرہ روپے چنگی خدا کا حق تھا یا نہرو حکومت کا حق تھا۔ یا کسٹم کے ان نوکروں کا حق تھا۔ جنہوں نے وہ چنگی مجھ سے لی تھی کہ "دمڑی کی بڑھیا ٹکا سر منڈائی"۔

پاکستان پر تنقید

پاکستان میں جو لوگ مجھ سے ملے اور جن لوگوں سے میں نے بات چیت کی ان میں اکثر مہاجرین تھے۔ مقامی باشندگان پنجاب و سندھ و سرحد بہت کم ملے سوائے ان کے جو حکومت کے عہدے دار ہیں۔ مگر وہ بھی سب نہیں ملے۔ حافظے کی خرابی کے سبب میں بہت سے مریدوں اور دوستوں کے نام لکھنے بھول گیا جن سے ملاقاتیں ہوئی تھیں اس وقت تو مجھے خود اپنی ذات پر اور پاکستان کے مشاہدات پر تنقید کرنی ہے۔ اور اپنی ذات پر تنقید یہ ہے۔ کہ میں نے حضرت داتا گنج بخش صاحب کے مزار کی زیارت نہیں کی اور شاہی مسجد کی زیارت نہیں کی اور بانی پاکستان ڈاکٹر سر محمد اقبال کے مزار کی زیارت بھی نہیں کی صبح و شام ارادہ کرتا تھا کہ یہ زیارتیں کر دوں مگر ملاقاتیوں کے ہجوم کے سبب اس سعادت سے محروم رہ جاتا تھا اور یہ ایک ایسی کوتاہی ہے جس کو شائع کر کے میں اپنے نفس کو سزا دینی چاہتا ہوں اور مجھے یہ بھی لکھنا ہے کہ کراچی میں ہائی کمشنر

ہندوستان نے مجھے اجازت دیدی تھی کہ میں جس سے چاہوں ملوں یہاں تک کہ حیدرآباد
والے میر لائق علی صاحب سے بھی مل سکتا ہوں مگر میں ایسا بزدل ثابت ہوا کہ میر لائق علی صاحب
اور حیدرآباد کے دوسرے اشخاص اور نواب صاحب جوناگڑھ اور نواب صاحب مانگرول سے ملنے
کی جرأت نہ کر سکا۔ اگرچہ نفس نے مجھے یہ کہہ کر تسلی دیدی تھی کہ ان
لوگوں سے ملنا تجھ کو دہلی میں جا کر تیرے لئے اور تیری درگاہ کے لئے
خطرناک ثابت ہوگا۔ لیکن یہ میری کم ہمتی تھی میں نے پورے پاکستان
کو نہیں دیکھا صرف چند شہر دیکھے اور ان شہروں کے دیکھنے سے اور
حالات پر غور کرنے سے میں نے یہ نتیجہ نکالا کہ پاکستان کے قدیمی مسلمان
باشندوں میں قرن اول کے انصار کا سا ایثار نہیں ہے یعنی ان
کو مہاجرین سے ہمدردی بہت کم ہے البتہ مہاجرین کو میں نے صابر و
ثابت قدم پایا۔ میں نے حکومت کے بڑے عہدے داروں کو اپنے
فرائض کی ادائیگی میں مستعد اور عادل پایا لیکن مجھے یہ دیکھ کر افسوس
ہوئی کہ وہ انگریزوں کی تہذیب اور کلچر کی دلدل میں اب تک غوطے
کھا رہے ہیں۔ اور اپنی تہذیب کے محاسن کی طرف ان کو بس اتنی
ہی توجہ ہے کہ حکم دیدیا ہے کہ رمضان میں ہوٹل بند رہیں۔ یا یہ کہ
وہ جمعہ کی نمازوں میں شریک ہوتے ہیں۔ مگر وہ ابتک محدود خیال
مولویوں کے جال سے آزاد نہیں ہوئے ہیں۔ اور انگریزوں کے الیکشن
کی غلامی سے ان کو آزادی نہیں ملی ہے۔ اور رشوت اور اقربا
پروری سے بھی محفوظ نہیں ہیں۔ مگر خوشی کی بات ہے کہ اونچے
طبقے میں سب بے لوث ہیں اور حسب ارشاد رسول ﷺ جس حکومت
اور جس قوم کے اونچے طبقے کی حالت درست ہو جاتی ہے تو اوسط

اور نیچے طبقے کی بھی اصلاح ہو جاتی ہے۔
البتہ میرا سر فخر سے اونچا ہو گیا جب میں نے پاکستان کے قدیمی باشندوں اور مہاجرین کو حکومت کا وفادار اور اطاعت شعار پایا اور یہ خدا کی اتنی بڑی نعمت ہے جو صدیوں کے بعد پاکستان کے مسلمانوں کو میسر آئی ہے۔ ورنہ گزشتہ تاریخ سے ثابت ہوتا ہے کہ سب مسلمان حکومتوں میں رعایا اور بادشاہ میں کبھی ایسا ربط اور اتحاد نہیں ہوا تھا۔ جیسا اب پاکستان میں پایا جاتا ہے مجھے لاہور اور کراچی کے سینما دیکھنے کا موقع نہیں ملا۔ لیکن تحقیق کرنے سے یہ بات ظاہر ہوئی کہ پاکستان کے عوام میں سینما کا ویسا اندھا دھند خبط نہیں ہے جتنا بھارت میں ہے بھارت کے غیر مسلم اخباروں میں افغانستان اور پاکستان کے جھگڑوں کی جو خبریں شائع ہوتی ہیں۔ یہاں میں نے کسی عام و خاص سے ایک لفظ بھی ان کی نسبت نہیں سنا مجھے اس سے بھی لطف آیا کہ پاکستان کے مولوی اپنی محدود خیالی سے باہر آنے کی کوشش کر رہے ہیں چنانچہ ایک جمعے میں میں نے مولوی صاحب کا وعظ سنا کہ ریڈیو اور تار کی خبر چاند دیکھنے میں نہ مانو مگر انہی مولوی صاحبان نے ہوائی جہاز میں بیٹھ کر چاند دیکھا اور روزہ رکھنے کا فتویٰ دے دیا پاکستان کے عوام کی اطاعت شعاری ان دو بڑے تاریخی واقعات سے ظاہر ہوتی ہے کہ شہنشاہ ایران کی آمد کے وقت وہ سب حکومت کی کوشش کے بغیر منظم رہے اور پنڈت نہرو کی آمد کے وقت بھی تین میل تک لاکھوں مسلمان پولیس اور فوج کے انتظام کے بغیر منظم رہے جو دلیل ہے اس بات کی کہ اللہ تعالیٰ ان کو

اور ان کی حکومت کو سلامت رکھنا چاہتا ہے اور سب سے بڑی نعمت پاکستان کے باشندگان کو یہ حاصل ہے کہ وہاں ہر چیز ارزاں ہے اور ایک حد تک بے کاری بہت کم ہے اور مہاجرین کا ایک معقول حصہ تجارت میں غیر معمولی ترقی کر رہا ہے۔

ڈاکٹر کرنل شاہ صاحب اور ڈاکٹر عبدالحق صاحب اور ڈاکٹر یحییٰ شاہ صاحب اور ڈاکٹر منہاس صاحب اور ڈاکٹر ریاض علی صاحب اور ڈاکٹر فائق شریف صاحب میرے پرانے معالج بھی پاکستان میں ملے تھے۔ اور سب کو پہلے سے زیادہ خدمت خلق میں ترقی یافتہ پایا۔ الحمد للہ

پاکستان کا دوسرا سفر

۲۳ محرم سنہ ۱۳۷۵ھ - ۴ نومبر سنہ ۱۹۵۵ء سہ شنبہ دہلی

شام کو بعد مغرب اپنے بیوی بچوں کے ساتھ ریل پر گیا فرسٹ کلاس کے تین ٹکٹ خریدے امرتسر تک ایک ٹکٹ پینتیس ۳۵ روپے میں آیا۔ بھیا شیخ احسان الحق صاحب قیصر عشقی اور محمد یونس اسٹیشن تک پہنچانے آئے بھیا نے ایک ٹارچ بھی ساتھ کیا۔ سید ظہور حسن نظامی نیازی امرتسر تک میرے ساتھ جائیں گے۔ فرسٹ کلاس کا درجہ بہت میلا ہے اور کھڑکیاں بھی بے قابو ہیں۔ رادھو رام نظامی کے ایک قرابت دار بھی ملنے آئے تھے۔ رات کو آرام سے رہا۔ مگر انجن کی سیٹی گاڑی کی آواز سے بھی زیادہ مکروہ تھی۔

۲۴ محرم ۱۳۷۵ھ ۵ ستمبر ۱۹۵۵ء اتوار امرتسر

صبح ۷ بجے ریل امرتسر پہنچی قلیوں نے سامان اتارنے اور موٹر میں رکھنے کی اجرت بارہ روپے لی۔ پرمٹ والے سکھوں نے پرمٹ دیکھا بھائی خبیر عشقی کے ایک سکھ دوست ملنے آئے۔ موٹر میں سوار ہو کر اٹھارہ میل طے کئے۔ اٹھارہ روپے کرایہ دیا۔ سرحد پر سردار جگ دیپ سنگھ صاحب اور ایک سکھ عورت نے ہم سب کی تلاشی لی۔ منادی کے پرچے زیادہ تھے ان کی پوچھ گچھ بھی ہوئی۔ چند فرلانگ ہم کو پیدل چلنا پڑا۔ سامنے سے ہندوستانی فوج کے ایک سو سے زیادہ سپاہی آرہے تھے ان کی وجہ سے عورتوں کو راستے سے بچانا پڑا۔

پاکستان کی سرحد پر کئی موٹریں اور مرید اور قرابت دار استقبال کے لئے موجود تھے۔ یہاں بھی پرمٹ دیکھے گئے۔ سید ظہور حسن نظامی نیازی امرتسر سے سرحد تک ساتھ رہے اور ان کی وجہ سے ہم سب کو رات کو بھی آرام ملا [illegible] یہاں بھی راحت ملی۔ پاکستان کی سرحد پر سید ابن عربی اور توکلی شاہ نظامی اور بابا تاج دین نظامی اور محمد یٰسین نظامی اور بابک دل محمد حسین ذکی نظامی اور مبارک علی نظامی اور ان کے بچے اور امتیاز بانو نظامی اور ان کی موٹر اور شمس العلماء مولانا سید احمد صاحب مرحوم امام جامع مسجد دہلی کے فرزند سید رشید احمد صاحب بخاری اور ان کی موٹر استقبال کے لئے موجود تھے۔ سب نے پھول پہنائے نذریں دیں۔ اور ہم سب امتیاز بانو نظامی کے مکان پر ٹھہرے۔ عاصی نظامی ایڈیٹر روزنامہ اخبار مجاہد لاہور کے بیوی بچے بھی کھانا لے کر آئے تھے۔ ممتاز شانتی نظامی فلم ایکٹرس کے باپ اور گیتا نظامی فلم ایکٹرس کے شوہر برکت علی نظامی بھی اپنی نئی بیوی کے ساتھ ملنے آئے تھے

اُن کی نئی بیوی نے بیعت کی۔

دعوت

رات کو بخاری صاحب کے ہاں دعوت ہوئی جہاں مولانا شوکت صاحب تھانوی اور سید امتیاز علی صاحب تاج اور سید احمد علی صاحب بھی شریک تھے۔

حور بانو کی قبر پر

آج ظہر کے بعد ہم سب درگاہ حضرت میاں میر صاحب میں حاضر ہوئے تھے جس کے صحن میں میری بیٹی حور بانو کی قبر ہے۔ اور درگاہ کے گدی نشین صاحب سے بھی ملاقات ہوئی تھی۔

۲۵ محرم ۱۳۷۵ھ / ۷ نومبر ۱۹۵۵ء دوشنبہ لاہور

دعوت آج صبح توکلی شاہ نظامی نے مجھے اور بہت سے مریدوں کو اپنے گھر پر کھانا کھلایا تھا اور تحائف دیئے تھے اور نذریں دی تھیں شام کو ابن عربی کے ساتھ اوکاڑے کی ریل میں روانہ ہوا۔ محمد خلیل دہلوی اور محمد حسین نظامی پھل اور مٹھائی لے کر آئے تھے۔ رات کو دس بجے اوکاڑے میں سید ابن عربی کے مکان پر پہنچا۔ آج صبح لاہور میں پاکستان نیوز ایجنسی والوں نے میرا بیان بھی لیا تھا۔

۲۶ محرم ۱۳۷۵ھ / ۸ نومبر ۱۹۵۵ء سہ شنبہ اوکاڑا

آج صبح سب عورتوں اور بچوں اور سید ابن عربی کے ساتھ ان کی بیٹی صادقہ مرحومہ کی قبر پر گیا تھا۔ اور اس معصومہ کی قبر کو دیکھ کر ہم سب رو رہے تھے۔

جلسہ:- آج شام کو ستلج کاٹن ملز کی طرف سے کلب میں مجھے پارٹی دی گئی تھی یہ فیکٹری برلا صاحب کی ہے۔ اس کے سیکریٹری مسٹر برج لال

جلسے کے صدر تھے مسلمانوں نے تقریریں کیں تھیں جو اسی فیکٹری سے تعلق رکھتے ہیں اور میں نے بھی جوابی تقریر کی تھی۔ اوکاڑے کے بہت سے مسلمان ملنے آئے تھے۔ قربان نظامی بھی ملنے آتے تھے اور ان کے والد اور بچے بھی ساتھ تھے۔

قاضی میراں بخش نظامی

قاضی میراں بخش نظامی ناظم جماعت نظامیہ صوبہ سرحد ڈیرہ اسمٰعیل خاں سے ملنے آتے ہیں اور حاجی رحمت اللہ عین الیقین نظامی بنوں صوبہ سرحد سے ملنے آتے ہیں۔ اور نذریں بھی لاتے ہیں۔

۲۷ محرم ۸ نومبر چہارشنبہ اوکاڑا

جلسہ آج ستلج کاٹن ملز کے اسکول کے ہیڈ ماسٹر صاحب و دیگر مسلم اراکین کی طرف سے ایک بہت بڑا جلسہ ہوا تھا کہ جس میں اسکول کے بچے بھی شریک ہوئے تھے۔ دوسروں کی تقریریں سننے کے بعد میں نے بھی بچوں کی ایک تقریر کی تھی اور معصومہ صادقہ کے لئے سب سے فاتحہ بھی پڑھوائی تھی پھر برج لال صاحب سکریٹری کی موٹر میں ہم سب پاکپٹن شریف حاضر ہوئے تھے حضرت بابا صاحبؒ کی درگاہ میں حاضری دے کر دادا مولانا حضرت سید بدرالدین اسحٰقؒ کی درگاہ میں بھی حاضری دی تھی۔ اور دیوان صاحب سے بھی ملاقات کی تھی اور حضرت میاں علی محمد شاہ صاحب سے بھی ملنے گیا تھا۔ میرا قیام اپنے بھتیجے سید مسلم نظامی کے مکان پر ہوا تھا سید ابن علی نظامی بھی اس مکان کے بالاخانے پر تھے۔ مگر بخار کی وجہ سے یا کسی اور وجہ سے ملنے نہیں آئے۔ اپنے برادرزادے سید مصطفےٰ علی کی بیوی کی ماتم پرسی کے لئے بھی ہم سب ان کے گھر پر گئے تھے۔ اور رات کو اوکاڑے میں واپس آ گئے تھے اور ایک محب الفقرا دوست قاضی کبیر الحق صاحب کے ہاں کھانا کھایا تھا۔

۲۸ محرم - ۹ نومبر پنجشنبہ اوکاڑا

آج لاہور سے بابو محمد امین صاحب ریلوے افسر کی اطلاع آئی تھی کہ کراچی جانے کے لئے ہم سب کی سیٹیں ریزرو ہو گئیں ہیں۔ اس لئے آج اوکاڑے سے کراچی جانے کے لئے ریل میں سوار ہو گئے۔

۲۹ محرم - ۱۰ نومبر جمعہ

آج دوپہر کو ملتان اسٹیشن پر حکیم منزل شاہ نظامی اور میرے لڑکے خواجہ سیاد علی نظامی ملنے آئے تھے۔

یکم صفر - ۱۱ نومبر شنبہ کراچی

آج صبح کراچی پہنچے بڑے لڑکے حسین اور سیاد نجیب السلام اور ان کے لڑکے اور علی کے لڑکے اور لڑکیاں اور میری نواسی گل رعنا اور ملا محمود احمدی صاحب اور نیازی صاحب ایڈیٹر ثنا اور حکیم حاجی حافظ محمد سعید صاحب مالک دواخانہ ہمدرد کے متعلقین اور فضل الرحمٰن صاحب اور مسٹری حبیب خان نظامی اور عبدالرحیم من سہ نظامی اور عبدالقادر نظامی اور حاجی غزالی خان صاحب اور بہت سے احباب اور مرید آئے تھے۔ گورنر صاحب سندھ کے اے ڈی سی بھی موٹر لئے ہوئے موجود تھے۔ میں نے عورتوں کو حسین کے ساتھ روضہ کے ہاں بھیجا اور خود گورنر ہاؤس میں چلا گیا۔ یہاں گورنر صاحب سے ملا اور سامان ان کے مہمان خانے میں رکھ کر روضہ کے گھر میں آ گیا جہاں بکثرت مریدین اور دہلی والے اور درگاہ والے اور دوسرے احباب موجود تھے۔ قلندر جنگ نظامی کے لڑکے جمیل نظامی مجھے اپنے مکان پر لے گئے۔ جہاں تین جگہ کھانا تیار ہوا تھا۔ ایک قلندر جنگ کی بیوی کے ہاں دوسرے جمیل نظامی کے ہاں تیسرے جمیلہ نظامی قلندر جنگ کی لڑکی کے ہاں۔ ان سب کی پرجوش و خروش محبتوں کا میرے دل پر بہت اثر ہوا

جمیل نظامی میرے مرنے کی خبر سُن کر دیوانے ہو گئے تھے۔ اب اچھے ہیں پھر روزانہ اخبار انجام کے دفتر میں گیا۔ رات تک لوگ جوق جوق آتے رہے۔ نو بجے کے بعد حاجی غزالی خاں صاحب کے ساتھ گورنر ہاؤس میں گیا۔ اور رات کو وہاں رہا۔

۳ صفر - ۱۲ نومبر اتوار کراچی

صبح گورنر ہاؤس میں ناشتہ کر کے ساڑھے نو بجے روشہ کے مکان پر آیا اور ملاقاتیوں کے ہجوم سے باتیں کرتا رہا اور کئی جگہ ملنے بھی گیا۔ یہاں کی آب وہوا مجھے موافق ہے۔ کیونکہ دہلی میں یا کسی اور جگہ جب انڈا کھاتا ہوں تو بواسیر کا خون آجاتا ہے۔ مگر یہاں برابر انڈے کھا رہا ہوں اور بالکل اچھا ہوں۔

علی بانو نے لنگر جاری کر رکھا ہے

کل سے میری منجھلی بہو زینب علی بانو نے مہمان عورتوں کے لیے لنگر جاری کر دیا ہے۔ جتنی عورتیں آتی ہیں ان کو چائے بھی پلاتی ہیں۔ اور کھانا بھی کھلاتی ہیں۔ آج بھی حاجی غزالی خاں کے ساتھ رات کو گورنر ہاؤس میں سویا تھا آج نیازی صاحب وغیرہ اخبار نویس دوستوں نے جمع ہو کر کہا آپ گورنر سندھ کے لیے آئے ہیں یا ہمارے لیے آئے ہیں۔ میں نے کہا آپ کے جذبات محبت کا شکریہ مگر حقیقت یہ ہے کہ میں تو خود اپنے لیے آیا ہوں گورنر صاحب سندھ میرے بہت پرانے دوستوں میں ہیں اور محب الفقرا دوستوں میں ہیں۔ مجھے ان کی گورنری سے کوئی واسطہ نہیں بلکہ ان کی ذات سے تعلق ہے۔ مجھے ان کے مکان میں بہت راحت ملتی ہے۔

۴ صفر - ۱۳ نومبر دوشنبہ کراچی

آج سید ہاشم رضا صاحب افسر انتظامی سے ملنے گیا تھا۔ بہت اخلاق سے

پیش آئے حضرت اکبر الہ آبادی کے سمدھی نواب صاحب پر پانوں کے قریب وار ہیں۔ اور ادبی ذوق رکھتے ہیں۔

سید اشتیاق حسین صاحب قریشی دہلوی وزیر مہاجرین سے بھی ملنے گیا تھا۔ مصافحہ کرتے ہی کہا میرے پاس صرف پانچ منٹ ہیں میں نے کہا خدا حافظ میں آپ کا ایک منٹ بھی لینا نہیں چاہتا۔ ان کو فکر ہوا ہوگا کہ مہاجرین کی سفارش کرنے آئے ہونگے۔ دہلی میں ان سے میرے بہت اچھے تعلقات تھے۔ یہ مولانا احمد سعید صاحب کے خاص حواری تھے۔ اب یہاں وزیر مہاجرین ہیں۔

۴ صفر - ۴ ارنومبر سہ شنبہ کراچی

سید فرید جعفری صاحب ایڈیٹر اردو ڈان کے دفتر میں کئی بار لیے وقت گیا کہ وہ موجود نہیں تھے اس لئے آج وہ اپنی انگریز بیوی سلما جعفری اور بچوں کے ساتھ ملنے آئے تھے خواجہ بانو ان کی بیوی کو اپنی بہو سمجھتی ہیں اور جب سید فرید جعفری لندن سے شادی کرکے آئے تھے تو خواجہ بانو نے ان کو گھر میں بلا کر مشرقی انداز کی خوشیاں منائی تھیں میں روزانہ صبح نو بجے گورنر ہاؤس سے آتا ہوں اور رات کو ساڑھے نو بجے جاتا ہوں گورنر صاحب کی خاص موٹر رات دن میرے پاس رہتی ہے۔

۵ صفر - ۵ ارنومبر چہار شنبہ کراچی

آج بمبئی والے حاجی داؤد و حاجی ناصر ملنے آئے تھے اور میں بھی ان کی دکان پر گیا تھا حسب عادت صبح ساڑھے نو بجے گورنر ہاؤس سے آیا تھا اور رات کو ساڑھے نو بجے گورنر ہاؤس میں گیا تھا مسٹری حبیب خاں نظامی آج رات کو میری رفاقت میں میرے ساتھ رہے تھے۔ آج خواجہ شہاب الدین صاحب وزیر امور داخلی پاکستان سے بھی ان کے مکان پر ملنے گیا تھا اور اپنی درگاہ کے

مہاجرین کی آبادکاری کے متعلق بات چیت کی تھی۔ خان بہادر سید عین الدین صاحب بھی ملنے آئے تھے اور میں ان کے مکان پر کرنل احسان صاحب اور بیگم رحمان صاحب سے ملنے گیا تھا۔ انقلاب حیدر آباد کے وقت یہ تینوں حیدر آباد میں تھے اور میری قیام گاہ سوماجی گوڑہ میں ملنے آیا کرتے تھے۔ اس وقت کرنل رحمان صاحب نے اپنے اختیارات کی بموجب مظلوم مسلمانوں کی بہت مدد کی تھی۔ اور جب ۲۲ جون سنہ ۱۹۴۹ء کو دہلی میں میرے بڑے لڑکے خواجہ حسین نظامی کو گرفتار کیا گیا تھا اس وقت بھی یہ حیدر آباد میں تھے اور میں نے ان کو تار بھیجا تھا۔ اور انہوں نے حیدر آباد پولیس سے حسین کے اس پرمٹ کی نقل دہلی پولیس کو بھجوائی تھی جس کی بنا پر حسین کو رہائی مل گئی تھی۔ کیونکہ حسین عارضی پرمٹ لے کر کراچی گئے تھے اور اپنے تجارتی شریکوں سے مل کر اور حساب کتاب سمجھ کر حیدر آباد واپس آ گئے تھے اور اپنا پرمٹ حیدر آباد پولیس کو دے کر رسید حاصل کر لی تھی۔ مگر دہلی پولیس نے سب کچھ نہ مانا تھا اور بمشکل ایک ہزار روپے کی ضمانت پر حسین کو رہا کرایا گیا تھا مگر اصلی رہائی جب ہی ہوئی تھی کہ کرنل رحمان صاحب نے پرمٹ کی نقل دہلی پولیس کو بھجوائی تھی۔ ان کا یہ احسان ہمیشہ مجھ پر اور میرے خاندان پر رہے گا۔ حیدر آباد میں بھی میں جب کسی مظلوم مسلمان کی سفارش کے لئے ان کے پاس جاتا تھا تو یہ فوراً مدد دیتے تھے۔ ان کی بیگم صاحبہ خواجہ بانو سے بھی ملنے آتی تھیں اور ان کے ہاں قوالی کی مجلس بھی ہوئی تھی۔

۶ صفر - ۱۶ نومبر جمعرات کراچی

آج بیگم اکرام اللہ صاحب نے خواجہ بانو اور کوثر بانو اور روحہ اور راحت المنبن اور زینب علی بانو کی دعوت کی تھی۔ اور بیگم خواجہ شہاب الدین صاحب وغیرہ وزراء اور اعلٰے عہدے داروں کی خواتین کو بھی خواجہ بانو سے ملانے کے لئے مدعو کیا تھا۔

۷ صفر - ۱۷ نومبر جمعہ کراچی

آج جیکب لائن کی مسجد میں ملا محمد واحدی صاحب کے ساتھ جمعہ کی نماز ادا کی تھی۔ قاضی نواب علی صاحب دہلوی نے اپنی جا نماز مجھے دیدی۔ چونکہ دیر میں پہنچا تھا اس واسطے جگہ بہت آخر میں ملی تھی۔ ایک دوست نے ہنس کر کہا یہ جا آنے والا درجہ ہے۔ میں نے ہنس کر کہا "اس کی مجلس میں جہاں بیٹھ گئے"۔ آج یہاں بہت سے قدیم وجاہت یا تعلق والوں سے ملاقاتیں ہوئیں۔

۸ صفر - ۱۸ نومبر شنبہ کراچی

آج ملا محمد واحدی صاحب نے نہاری کی دعوت کی تھی۔ جب دسترخوان پر بیٹھا تو کہا امید ہے کہ بکری کے گوشت کی نہاری ہو گی۔ واحدی صاحب نے کہا جی نہیں۔ یہ امید غلط ہے۔ یہ سن کر میں کھڑا ہو گیا اور کہا رام رام۔ میں یہ نہاری نہیں کھا سکتا۔ دوسری کوئی چیز کھا لوں گا۔ آج حکیم حاجی حافظ محمد سعید صاحب سے ملنے گیا تھا۔ وہ کئی دن سے بیمار ہیں۔ میں نے کہا آپ روزانہ کئی میل پیدل چلتے ہیں ثقیل چیزیں نہیں کھاتے۔ پان تمباکو بیڑی اور ہر قسم کی عادتوں سے پاک ہیں۔ پھر آپ بیمار کیوں ہیں؟ وہ ہنس کر چپ ہو گئے۔ مگر میں نے اپنے تجربوں کی کتاب میں لکھا کہ پرہیز بہت مفید چیز ہے۔ مگر بیمار نہ ہونے کا کارگر علاج نہیں ہے۔

آج بھی دن بھر ملاقاتیوں کا تانتا بندھا رہا۔ عورت مرد بکثرت ملنے آتے رہے

۹ صفر - ۱۹ نومبر اتوار کراچی

گورنر صاحب کی پارٹی

آج میرے میزبان گورنر صاحب سندھ نے اپنے خوبصورت باغ میں فوجی افسروں کو پارٹی دی تھی۔ بحری فوج کے افسر اور بری فوج کے افسر جمع ہوئے تھے

مسلمان بھی اور انگریز بھی ابوالاثر حفیظ صاحب جالندھری نے اپنا موزوں کلام بھی سنایا تھا۔ ایک انگریز لیڈی گورنر صاحب کے پاس صوفے پر بیٹھی تھیں ان کے شوہر سامنے دوسری کرسی پر بیٹھے تھے۔ لیڈی نے میری عمر پوچھی۔ میں نے کہا پچھتر برس کا ہوں۔ ان کے انگریز شوہر نے انگریزی میں کہا چہرے سے اتنی عمر معلوم نہیں ہوتی ان کی صحت بہت اچھی ہے۔ میرے دل نے کہا۔ یہ انگریز مجھے ہنستا ہے اور نظر لگاتا ہے۔ حالانکہ میں ابھی مرتے مرتے بچا ہوں اور جسم حد سے زیادہ کمزور ہو گیا ہے۔

۱۰ صفر - ۲۰ نومبر دوشنبہ کراچی

آج کاٹھیاواڑ والے بابا غلام معین الدین خاں صاحب اور شیخ ناصر میاں صاحب سے ملنے گیا تھا۔ بابا صاحب موجود نہیں تھے۔ ناصر میاں صاحب سے باتیں ہوئیں گزشتہ زمانہ تصور کے ساتھ آنکھوں میں آیا تو دل بیتاب ہو کر رہ گیا۔ کاش میں یہ دن دیکھنے کے لئے زندہ نہ رہتا۔

آج رات کو شفاعت حسین صاحب قریشی اکبرآبادی نے ہم سب کو اپنے گھر پر دعوت دی تھی اور بھی بہت سے ممتاز لوگ کراچی کے شریک طعام تھے کھانے بھی کئی قسم کے تھے اور کھانے والے بھی مختلف اقسام کے تھے اور بہت زیادہ تھے مگر کھانے کی جگہ بہت مختصر تھی۔ اور میں حیران تھا کہ کیوں کر اتنے زیادہ آدمی اتنی چھوٹی جگہ میں کھانا کھا سکیں گے۔ مگر قریشی صاحب کی کرامت سے ہم سب نے اس چھوٹی جگہ میں بہت آرام سے کھانا کھا لیا۔ میری ہمراہی بیبیاں سب آئی تھیں۔

۱۱ صفر - ۲۱ نومبر سہ شنبہ کراچی

آج مہتہ صاحب گورنر ہاؤس میں ملنے آئے تھے۔ یہ آج کل انڈین ہائی کمشنر کراچی کے دفتر میں ہیں۔ مسز نائیڈو پہلی گورنر یو۔ پی اور [illegible]

سکرٹری وائسرائے کے وقت میں ان سے ملاقاتیں ہوا کرتی تھیں۔ پرانے تعلقات کا خیال کرکے خود ملنے آئے تھے۔

آج شام کو نواب حسن یار جنگ بہادر امیر حیدرآباد کے مکان پر ملنے گیا تھا۔ وہاں عربی اخبار ال عرب کے اڈیٹر عدوی صاحب سے بھی ملاقات ہوئی تھی آج کل ان کا اخبار بہت شاندار ہو گیا ہے۔ عکسی تصویریں اعلےٰ درجے کی شائع کرتا ہے اور عربی زبان میں پاکستان کے حالات اس اخبار میں بہت خوبی سے شائع ہوتے ہیں۔

۱۲ر صفر - ۲۲ر نومبر چہارشنبہ کراچی

آج سر سیتا رام صاحب انڈین ہائی کمشنر سے ملنے گیا تھا وہ اپنی بیوی کی بیماری کے سبب نوکری چھوڑ کر ۲۸ر نومبر کو میرٹھ واپس جائیں گے۔ آج شام کو سفیر حجاز سے بھی ملنے گیا تھا۔ انہوں نے بہت تکلف پارٹی دی تھی۔ میرے ہم نام خواجہ حسن اُن کے ملٹری سکریٹری مجھے لے گئے تھے۔ اُن کا ترجمان ہندوستانی ہے۔ مگر بے مثل قابلیت رکھتا ہے۔ میں جو الفاظ بولتا تھا وہ ادب سے سامنے کھڑا ہو کر عربی میں اس طرح ترجمہ کرتا تھا گویا عربی اس کی مادری زبان ہے اور جب سفیر صاحب عربی میں مجھ سے کچھ کہتے تھے تو وہ فوراً نہایت صاف اور فصیح اردو میں ان کا مطلب مجھے سنا دیتا تھا۔ میں نے ایسے ترجمان بہت کم دیکھے ہیں۔ اس لئے میں نے سفیر صاحب سے کہا مجھے دوسرے عرب ملکوں کے سفیروں سے بھی ملنا ہے اپنا ترجمان مجھے دیجئے سفیر صاحب نے کہا جس وقت ضرورت ہو۔ یہ حاضر ہو جائیں گے پھر سفیر صاحب کی امامت میں مغرب کی نماز ادا کی۔ مجھ کو گذشتہ سفر میں بھی ان کی امامت میں نماز پڑھنے سے بہت ذوق پیدا ہوا تھا حالانکہ وہ اہل حدیث یعنی وہابی ہیں۔

آج رات کو بھتیا فقیر عشقی کے داماد فخر الاسلام صاحب نے مجھ کو اور میرے سب بیوی بچوں کو بہت شاندار دعوت دی تھی - اور مجھے اندیشہ تھا کہ گذشتہ سفر کے وقت بھی سفیر حجاز کے ہاں بلایا گیا تھا اور انہوں نے اصرار کر کے رات کے کھانے میں شریک کر لیا تھا حالانکہ دعوت فخر الاسلام صاحب کے ہاں تھی اور آج بھی جب سفیر صاحب نے رات کے کھانے کے لئے کہا تو مجھے وہ پچھلی بات یاد آ گئی اور میں ڈرا کہ کہیں پھر وعدہ خلافی نہ ہو جائے بھتیا کے تعلقات کے سبب فخر الاسلام صاحب کے گھر میں مجھے وہ زمانہ یاد آ گیا کہ جب اکثر اوقات بلکہ روزانہ اندر باز ار دلی میں بھتیا کے ہاں جا کر کھانا کھایا کرتا تھا - ملا محمد واحدی صاحب اور بھتیا فقیر عشقی صاحب دو آدمی ایسے ہیں جن کے ہاں میں نے سالہا سال لگاتار کھانے کھائے ہیں اور میری رگ رگ میں ان کا نمک سمایا ہوا ہے -

۱۳ ر صفر - ۲۳ ر نومبر شنبہ کراچی

آج سید ہادی حسن صاحب کے مکان پر ان کے والد سید شفیق حسین صاحب مرحوم کی برسی کی نیاز میں اپنی عورتوں کے ساتھ گیا تھا - یہ بہت پرانا خاندان کے ہیں اور ان کے مرحوم والد اور ان کی پھوپھی میرے بچپن کے وقت سے میرے محسن تھے اور انقلاب کی تباہی کے بعد جب میری بڑی لڑکی حور بانو حیدرآباد سے بمبئی ہو کر کراچی گئی - اس وقت سید ہادی حسن اور ان کی والدہ نے حور بانو کو اپنے اس گھر میں پناہ دی تھی - کیونکہ حور بانو کے شوہر اس کو یہاں اکیلا چھوڑ کر امین آباد چلے گئے تھے جہاں ان کے وہ لوگ رہتے تھے جو حور بانو کو اپنا حریف سمجھتے تھے - اس لئے آج اس مکان میں آ کر حور بانو کی مصیبت اور مظلومیت مجھ بے کس و بے بس باپ کے سامنے آ گئی - جنون ہاتھ باندھ کر سامنے آیا اور کہا کہ اجازت ہو تو آپ کا گریبان چاک کروں - کیونکہ آپ اتنے کمزور ہیں کہ حور بانو کے [illegible] چاک

نہ کر سکیں گے۔ میں نے کہا۔ نہیں۔ میں عقل کے ساتھ رہنا چاہتا ہوں۔ آج شام کو اس نیاز کا کھانا بھی میں نے کھایا تھا۔ یہ مکان بہت اچھا ہے اور اس کے قریب میری بستی کے بہت سے دکان دار بھی ہیں جن سے مل کر میرا دل زار زار رو دیا کہ اس منحوس آزادی نے ہم سب کو کس طرح ایک دوسرے سے جدا کر دیا ہے۔

۱۴ر صفر۔ ۲۴ر نومبر جمعہ کراچی

آج صبح، مجھے گورنر ہاؤس سے ریلوے اسٹیشن پر گیا۔ عبدالرحمان خاں نظامی کی لڑکی خالدہ نظامی اور ان کے بھائی اسٹیشن پر آئے تھے اور حیدرآباد سندھ تک ساتھ جانا چاہتے تھے۔ میں نے کہا حیدرآباد سندھ ہو یا دکن وہاں میں کسی کی رفاقت نہیں چاہتا۔ کیونکہ ان دونوں ناموں سے مجھے بہت محبت ہے۔ فرسٹ کلاس کا ٹکٹ لے کر ریل میں بیٹھ گیا۔ ایک یورپین سوئٹزرلینڈ کا رہنے والا اور دو مسلمان رفیق سفر تھے۔ سوئٹزرلینڈ والے یورپین نے میری نسبت ایک مسلمان سے دریافت کیا کہ یہ عجیب شکل اور عجیب لباس کا آدمی کون ہے۔ میرا خیال تھا کہ یہ مسلمان مجھ سے واقف نہیں ہے اس لئے لاعلمی ظاہر کرے گا۔ کیونکہ اگر واقف ہوتا تو مجھ سے بات چیت کرتا۔ مگر مجھے بہت حیرت ہوئی کہ اس مسلمان نے میرا نام بھی بتایا میرے اخباروں کا ذکر بھی کیا اور میری بہت سی تصنیفات کا تذکرہ بھی کیا۔ تب میں نے اس مسلمان سے نام پوچھا۔ جواب دیا پاکستان براڈکاسٹنگ اور پریس سے میرا تعلق ہے۔ اور میرا نام محمد اکرام ہے۔ میں نے کہا۔ آنریبل خواجہ شہاب الدین صاحب وزیر داخلہ پاکستان نے آپ کا ذکر مجھ سے کیا تھا۔

محمد اکرام نوجوان ہیں۔ اور بہت وسیع النظر ہیں یعنی ان کی معلومات بہت اچھی ہے۔ لیکن براڈکاسٹنگ کے سلسلے میں ان کی نظر وسیع نہیں ہے۔ یعنی پاکستان میں جتنے ریڈیو اسٹیشن کام کر رہے ہیں ان میں معلومات عامہ بڑھانے کے پروگرام

بہت کم ہوتے ہیں۔ انگریزی دور کے براڈکاسٹ کی تقلید ہوتی رہتی ہے۔ میں جانتا ہوں کہ بھارت کا براڈکاسٹ بھی معلومات عامہ کے لحاظ سے بالکل ناکارہ ہے کیونکہ اس میں ایسی زبان استعمال کی جاتی ہے جو خود بولنے والوں کی سمجھ میں نہیں آتی اور آمرہبل سروار بلدیو سنگھ صاحب ڈیفنس ممبر نے دہلی پارلیمنٹ میں ایک دفعہ کہا تھا کہ کشمیر میں ہماری فوج والے پاکستان ریڈیو سنتے ہیں کیونکہ آل انڈیا ریڈیو کی زبان ان کی سمجھ میں نہیں آتی۔ تاہم اس سے بھی یہ نتیجہ نہیں نکال سکتا کہ پاکستان ریڈیو کے پروگرام پاکستانی باشندوں کی معلومات عامہ کے لئے کچھ مفید ہوتے ہیں سب سے زیادہ قابل اعتراض چیز پاکستان ریڈیو اور آل انڈیا ریڈیو میں یہ ہے کہ عورتوں اور مردوں کے نام نشر کئے جاتے ہیں کہ انہوں نے فلاں سینما ریکارڈ کی فرمائش کی ہے اور ریکارڈ سننے سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ فلم ریکارڈ بہت مہمل اور فحش اور شرمناک ہوتے ہیں۔

محمد اکرام صاحب کی ذہانت اور قابلیت بہت زیادہ ہے۔ اور خواجہ شہاب الدین صاحب بھی پاکستان کے عوام کی معلومات بڑھانے کے بڑے حامی ہیں پس اگر محمد اکرام صاحب انگریزی دور کے پروگرام سے پاکستان ریڈیو کو نجات دلائیں تو بڑا کام ہو۔

حیدرآباد سندھ

کراچی سے ۷ بجے چلا تھا۔ ۱۲ بجے حیدرآباد سندھ اسٹیشن پر اترا۔ احمد آباد والے سیٹھ عبدالستار نظامی اور دوسرے احمد آبادی عبدالرحمان خاں نظامی گلاب کے پھولوں کے ہار لئے ہوئے استقبال کے لئے آئے تھے۔ میں پہلے عبدالرحمان خاں نظامی کے مکان پر گیا تھا اور کھانا کھا کر جمعہ کی نماز پڑھنے مسجد میں گیا۔ وہاں اجمیر شریف کے ایک مولانا صاحب تقریر کر رہے تھے مجھے دیکھنے

میری ذات کی نسبت کلمات ناجیہ ارشاد فرمائے اور یہ بھی کہا کہ یہ وہی ہیں جن کے مرنے کی جھوٹی خبر سے یہاں حیدرآباد سندھ میں سنسنی پھیل گئی تھی۔ نماز کے بعد نمازیوں کے ہجوم سے مصافحے ہوئے اور بہت سے پرانے دوستوں اور علماء و مشائخ سے ملاقاتیں ہوئیں۔

حکیم ڈاکٹر منظور الحق نظامی مرحوم

عبدالرحمان نظامی اور سیٹھ عبدالستار نظامی اور کاٹھیاواڑ کے ایک الی ریاست کے ساتھ پہلے ابراہیم نظامی کے مکان پر گیا اور ان کے اہل وعیال سے مل کر حکیم ڈاکٹر منظور الحق نظامی مرحوم کے مکان پر گیا۔ جو میرے مرنے کی جھوٹی خبر سن کر رحلت کر گئے تھے مرحوم کے بڑے لڑکے بھی میرے ساتھ تھے جو بی۔ اے میں تعلیم پا رہے ہیں۔ گھر میں جا کر پہلے فاتحہ خوانی کی۔ پھر مرحوم کی بیوی اور چھوٹے بچوں کو تسلی دی اور عبدالرحمان خاں نظامی اور سیٹھ عبدالستار نظامی سے کہا کہ وہ مرحوم کے بچوں کی ضروریات کا خیال رکھیں۔

حیدرآباد سندھ کے پورے وسیع بازار میں اپنے مریدوں کے ساتھ پیدل پیدل چلا۔ تاکہ بازار کو اور بازار والوں کو اچھی طرح دیکھ سکوں۔ چہلم کی بیسویں کی وجہ سے آج شام کو یہاں جلوس نکلنے والا ہے۔ اس کے لئے اصرار ہوا کہ میں جلوس کے لئے ٹھہر جاؤں میں نے کہا یہاں شیعہ سُنّی کا جھگڑا ہے۔ اور نا سمجھ سنیوں میں یہ غلط خیال پھیل گیا ہے۔ کہ شیعہ سنیوں کے بچوں کو مار ڈالتے ہیں۔ اور گذشتہ محرم میں اسی وہم کے سبب یہاں گولی چلی تھی۔ اس واسطے میں چہلم کے جلوس میں شریک ہونا نہیں چاہتا۔ چنانچہ ۵ بجے حیدرآباد اسٹیشن پر چلا گیا وہاں جوق جوق ملنے والے آتے رہے اور چھ بجے کراچی کی ریل میں سوار ہوا۔ اور رات کو دس بجے کراچی پہنچ گیا گورنر صاحب سندھ کی موٹر موجود تھی اور خالدہ نظامی اور ان کے بھائی بھی

موجود تھے۔ گورنر صاحب کے مہمان خانے میں جاکر سو گیا۔

۱۵ صفر۔ ۲۵ نومبر شنبہ کراچی

آج دہلی والے محمد شفیع صاحب تاجر گھڑی اور سید وصی اشرف صاحب دہلوی تاجر کتب اور نیازی صاحب ایڈیٹر نقاد کی دکانوں اور دفتروں میں گیا تھا۔ غلام احمد نظامی نے بھی نظامیہ بک ایجنسی اپنے سندھ اسلامی ہوٹل کے قریب کھولی ہے آج وہاں بھی افتتاح کے لئے گیا تھا۔

کئی اہل علم اور تاجران کتب چاء نوشی کے لئے جمع ہوئے تھے۔

رنگون والے مشہور کروڑ پتی سیٹھ جمال صاحب کے صاحب زادے بھی ملنے آئے تھے اور آج میں بھی سندھ اسلامی ہوٹل میں اُن کی قیام گاہ پر گیا تھا اور چاء نوشی کی تھی۔

سید ظہیر الدین صاحب نظامی بی۔ اے اپنی اہلیہ کے ساتھ ملنے آئے تھے اور تکلف کھانوں کی ایک کشتی بھی لائے تھے۔ یہ ابھی حال میں برما اور سیام اور انڈونیشیا کا دورہ کرکے آئے ہیں۔ عبدالحمید اسمٰعیل صاحب نے حاجیوں کے لئے جہازوں کی جو کمپنی قائم کی ہے۔ اس سلسلے میں یہ سفر ہوا تھا۔

ان سے یہ سن کر بہت حیرت ہوئی کہ انڈونیشیا میں پاکستان کے سفیر شہر سے اسی میل دور رہتے ہیں۔ اور بھارت کا سفیر شہر کے اندر رہتا ہے۔ شہر سے اسی میل دور رہنے والا سفیر جیسا اپنے فرائض کو انجام دیتا ہوگا۔ ہر آدمی اس کو سمجھ سکتا ہے۔

آج حضرت اکبر الہ آبادی کے نواسے مشتاق احمد صاحب وجدی کے ساتھ چودھری نذیر احمد صاحب وزیر صنعت و حرفت سے ملنا گیا تھا۔ چودھری صاحب کو حضرت اکبر الہ آبادی سے بہت زیادہ محبت ہے۔ اور وہ

بزم اکبر قائم کر کے حضرت اکبر کے احوال زندگی اور نظم و نثر کلام شائع کرنا چاہتے ہیں۔ میرے دل پر ان کی ہمہ گیر قابلیت اور احساس قدر شناسی کا بہت اثر ہوا۔ اور میں نے وعدہ کیا کہ میں اس اہم اور ضروری کام میں اپنی حالت اور حیثیت کے موافق حصہ لوں گا۔

ڈنر پارٹی

آج شام کو خان بہادر حاجی حبیب الرحمان صاحب سابق صدر میونسپل کمیٹی دہلی نے مجھے ڈنر پارٹی دی تھی۔

خان بہادر حاجی حبیب الرحمٰن صاحب کی اس دعوت میں سندھ کے گورنر صاحب اور قزلباش صاحب وزیر اعظم ریاست خیر پور۔ اشتیاق حسین قریشی وزیر مہاجرین۔ اور ملا واحدی صاحب ایڈیٹر نظام المشائخ اور حضرت مولانا محمد ایوب صاحب اور میرے لڑکے خواجہ سید علی اور داماد سید عبدالسلام وغیرہ بھی شریک تھے گورنر صاحب سندھ کی خوش کلامی بہت پُرلطف تھی۔ کھانا انگریزی طرز کے دیسی لباس میں تھا۔

خان بہادر حاجی حبیب الرحمٰن صاحب ابھی حج کر کے آئے ہیں۔ دہلی میں انگریزی حکومت کے وقت دہلی کے ممتاز لوگوں میں شمار ہوتے تھے۔ اور چیف کمشنر اور ڈپٹی کمشنر کی حکومت کو انقلابی مصائب سے بچاتے تھے۔

تاریخ کی غلطی

چونکہ روزنامچہ دہلی میں واپس آ کر لکھا ہے اس لئے اس میں تاریخ کی غلطیاں ہیں۔ حیدر آباد سندھ میں۔ ۲ صفر یعنے چہلم کے دن گیا تھا۔

۱۶ صفر۔ ۲۶ نومبر اتوار کراچی

میں مردہ ہوں] مگر زندہ لوگوں سے زیادہ کام کرتا ہوں۔ بینائی خراب ہے

حافظہ خراب ہے۔ جگر خراب ہے۔ معدہ خراب ہے۔ گردے خراب ہیں۔ بواسیر کی اذیت گھڑی گھڑی پیشاب آنے کی تکلیف ہے۔ گویا زندگی باقی نہیں رہی ہے اور مر چکا ہوں مگر خدا کے فضل سے مردہ ہو جانے کے باوجود زندہ آدمیوں سے زیادہ کام کر سکتا ہوں۔ دن بھر ملاقاتیوں کا تانتا بندھا رہتا ہے اور مسلسل بولنا رہتا ہوں۔ آنے والوں سے کہتا ہوں میری نوٹ بک میں اپنا پتہ لکھ دیجئے۔

چہلم کی بیسویں

پرسوں جمعہ کے روزنامچے میں حافظے کی خرابی کے سبب غلطی ہو گئی کہ میں نے حیدرآباد سندھ جانے کا حال لکھا تو چہلم کی بیسویں کے ذکر میں لکھا کہ آج یہاں چہلم کا جلوس نکلے گا۔ حالانکہ چہلم ۲۰ صفر کو ہوتی ہے اور پرسوں ۱۵ صفر تھی۔ ایسے ہی روزمرہ آنے والوں کے نام اور کام بھی بھول جاتا ہوں۔

۱۷ صفر ۔ ۲۷ نومبر پیر کراچی

فقیر پاشا نظامی

احمد آباد کے مرحوم مرید پیرجی نظامی ایڈیٹر اخبار "دین" کے لڑکے فقیر پاشا نظامی آج کل کراچی میں ہیں۔ میں ان کی والدہ اور بہن سے ملنے ان کے گھر پر گیا تھا۔ پہلے افریقہ والے حضرت صوفی عابد میاں صاحب کی خواتین بھی ملی تھیں۔ خواجہ بانو اور کوثر بانو اور روحہ اور علی بانو بھی ان کے پاس گئی تھیں۔

بڑی دعوت

چودھری نذیر احمد صاحب وزیر صنعت پاکستان نے مجھے ایک بڑی ڈنر پارٹی دی تھی۔ دن یاد نہیں رہا اس پارٹی میں گورنر سندھ اور مصر اور شام کے سفیر اور دوسرے بڑے بڑے عہدے دار اور ان کی خواتین جمع ہوئی تھیں۔ ان کی اہلیہ نے بہت سی نامور خواتین سے ملایا جن میں میرے کرم فرما دوست

چودھری نبی احمد صاحب کی خواتین بھی تھیں۔ سفیر مصر اور سفیر شام سے علمی اور تاریخی باتیں بھی ہوئیں اور میں نے ثابت کیا کہ ہندوستان کے برہمنوں کی موشا اعلے مصر کے سورج مندر کے پجاری ہمنت ہری ہر کی اولاد ہیں۔

۱۸ صفر - ۲۸ نومبر منگل کراچی

نواب صدیق علی خاں کو صدمہ

میرے دوست نواب صدیق علی خاں صاحب ناگپوری پولیٹیکل سکریٹری نواب لیاقت علی خاں صاحب کی بیٹی کی وفات ہوگئی ہے۔ آج میں سوئم کی نماز میں گیا تھا اور دعا بھی پڑھی تھی۔ وہاں مولانا عبدالحی مدنی صاحب بدایونی اور میر نیرنگ صاحب وغیرہ دوستوں سے بھی ملاقات ہوئی تھی۔

خواجہ بانو نواب صاحب مانگرول اور نواب صاحب مناودر کی خواتین سے ملنے گئی تھیں۔ اور ان کی خواتین بھی خواجہ بانو سے رحمہ کے مکان پر ملنے آئی تھیں۔ مسٹر سیتا رام ہائی کمشنر ہندوستان آج پانی کے جہاز میں بمبئی چلے گئے۔ میں بھی بندرگاہ تک گیا تھا۔ ایک مسلمان نے اُن سے کہا۔ بسلامت روی و باز آئی۔ میں نے کہا لو سنو مسلمان تم کو دعا دیتے ہیں کہ پھر یہاں آؤ۔ ہنس کر جواب دیا۔ نہیں بلکہ یہ کہتے ہیں کہ اس نوکری سے باز آؤ۔

۹ صفر - ۲۹ نومبر بدھ کراچی

سفیر امریکہ

حضرت اکبر الہ آبادی کے نواسے مشتاق احمد صاحب وجدی کے ساتھ امریکن سفیر سے ملنے گیا تھا۔ بہت دلچسپ باتیں ہوئیں۔ وجدی صاحب ترجمہ خوب کرتے ہیں۔ میری گفتگو کا خلاصہ یہ تھا کہ مسٹر ٹرومین صدر امریکہ کو لکھئے کہ وہ خدا پرست بن جائیں اور امریکہ کو خدا پرست بنا دیں خدا ان کے مقاصد پورا کر دے گا۔

میں نے کہا کہ امریکہ نام میں دو لفظ ہیں۔ ایک امر۔ دوسرا ایکہ۔ امر خدا کے حکم کو کہتے ہیں۔ اور ایکہ اتحاد کو کہتے ہیں پس امریکہ کی ریاستوں کا اتحاد امر خدا سے ہے ایٹم بم کی طاقت سے نہیں ہے۔

۲۰ صفر ۔ ۳۰ نومبر جمعرات کراچی

ہیرا والے سیٹھ عبدالشکور جمال

سب مسلمان جانتے ہیں کہ انہوں نے مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کو لاکھوں روپے دیئے تھے۔ آج کل ان کے لڑکے سندھ اسلامی ہوٹل میں مقیم ہیں مجھ سے ملنے آیا کرتے ہیں اور میں بھی ان سے ملنے جایا کرتا ہوں بڑی محبت اور عقیدت کے لوگ ہیں خدا ان کو بہت برکت دے اور ان کے باپ کی سخاوت کا اجر ان کو مرحمت فرمائے۔

کاٹھیاواڑ کے ایک اور سیٹھ عبدالشکور صاحب بھی ہیں جو مجھ کو کھانا کھانے بھیجتے ہیں۔ یہ بھی سندھ اسلامی ہوٹل میں رہتے ہیں۔ سندھ اسلامی ہوٹل حاجی محمد رمضان صاحب چلاتے ہیں جو غلام احمد نظامی کے بھائی ہیں۔ غلام احمد نظامی سندھی زبان کے بہت اچھے شاعر ہیں۔ اور ان کو سندھ کے لوگ اپنا اقبال مانتے ہیں۔ غلام احمد نظامی نے سندھ اسلامی ہوٹل کے ایک حصے میں میری کتابوں کی دکان بھی کھول لی ہے۔

۲۱ صفر ۔ یکم دسمبر جمعہ کراچی

کراچی کی دعوتیں

دہلی میں واپس آنے کے بعد وسط فروری میں یہ روزنامچہ لکھ رہا ہوں۔ یادداشت موجود نہیں ہے۔ حافظہ کام نہیں کرتا۔ اس لئے کراچی کی دعوتوں کا

نام بنام تفصیل نہیں لکھ سکتا۔ کلکتے والے سیٹھ عبدالستار صاحب نے ڈاکٹر عابد حسین نظامی مرحوم کی بیوہ سے نکاح کر لیا ہے اور دونوں میاں بیوی ملنے آتے ہیں اور کھانے بھی کھلاتے ہیں۔ سب سے بڑی دعوت تو زینب علی بانو اور ان کی والدہ اور ان کی نانی کی طرف سے ہے کہ صبح کے ناشتے۔ دوپہر کے کھانے اور شام کی چائے اور رات کے کھانے ہیں روزانہ اتنی عورتیں ہوتی ہیں کہ ان کا گھر شادی کا گھر معلوم ہوتا ہے۔ تیئیس ۲۳ دن کے قیام میں روحہ اور ان کے شوہر اور زینب علی بانو وغیرہ نے زیادہ خرچہ میری مہمان داری اور مجھ سے ملنے آنے والوں کی خاطر داری میں کیا۔ خدا ان سب کو خوش رکھے۔

۲۲ صفر۔ ۲ دسمبر شنبہ کراچی

بانی پاکستان سے ملاقات

قائداعظم کے مزار پر چونکہ روزانہ جاتا ہوں اس لئے بانی پاکستان سے روزانہ ملاقات ہو جاتی ہے۔ آج میں خواجہ شہاب الدین صاحب وزیر داخلہ سے اور خواجہ بانو ان کی بیوی سے گیارہ بجے ملنے گیا تھا۔ اور ایک گھنٹے تک باتیں ہوتی رہیں۔ خواجہ شہاب الدین نے دولت کی چاٹ (دمشی) بھی کھلائی تھی۔ پھر بارہ بجے سے ایک بجے تک نواب لیاقت علی خاں صاحب سے میری اور بیگم لیاقت علی خاں سے خواجہ بانو۔ روحہ اور علی بانو اور کوثر بانو کی ملاقات ہوئی اور چونکہ یہ دونوں وزیر پاکستان کی روح رواں ہیں اس لئے میں کہہ سکتا ہوں کہ آج ہم سب پاکستان سے ملے تھے اور سچے اور اچھے مسلمانوں سے ملے تھے۔ اور پاکستان کے دوسرے سفر میں آج کا دن بہت ممتاز دن ہے۔

۲۳ صفر۔ ۳ دسمبر اتوار کراچی

متفرقات] آج شام کو تیئیس ۲۳ دن قیام کے بعد کراچی سے روانگی مقرر ہوئی ہے

رات کو روانہ ہو کر کل دوپہر کو ملتان پہنچوں گا۔ اور وہاں کی زیارتوں سے فارغ ہو کر کل ہی رات کو لاہور چلا جاؤں گا اور پرسوں صبح لاہور سے پونا پور کی ریل میں سوار ہو کر شام کو پونا پور پہنچ جاؤں گا۔ پونا پور سے مراد ایک ایسا مقام ہے جہاں میرے چار پوتے اور ایک پوتی اور ان سب کی والدہ رہتی ہیں مگر سیاسی مجبوریوں کے سبب میں اس کا پابند ہوں کہ اس مقام کا نام اخبار میں نہ لکھوں۔ اس لئے اپنے روزنامچے کو سیاسی مشکلات سے آزاد رکھنے کے لئے اور اس لئے کہ میرے روزنامچے میں کوئی جھوٹی بات نہ آجائے میں نے اس مقام کا نام پونا پور رکھ دیا ہے۔

ایک لحاظ سے کراچی شہر بھی پونا پور ہے اور پوتی پور بھی ہے اور نواسہ پور بھی ہے اور نواسی پور بھی ہے۔ اور بیٹا پور بھی ہے۔ کیونکہ میرا ایک بیٹا علی اپنی بیوی زینب علی بانو اور اپنے دو لڑکوں ولی اور وصی اور دو لڑکیوں طاہرہ قرۃ العین اور فریدہ کے ساتھ رہتا ہے۔ اور میری ایک بیٹی روح بانو نظامی اور اس کے شوہر سید عبدالسلام اور اس کے دو بیٹے سید عبدالسمیع روحم اور سید عبدالبصیر نوجم اور ایک بیٹی شیطان کی خالہ پاکستان بانو گل بانو گل رعنا یہاں رہتی ہیں۔

لیکن کراچی پاکستان کا پایہ تخت ہے اور سب سے بڑی عمر کا آزاد سمندر اس کے قدم چومتا رہتا ہے۔ اس لئے اس شہر کا نام لکھنے کی مجھے آزادی ہے۔
سب مسلمان جانتے ہیں کہ کعبے کا حج جب پورا ہوتا ہے کہ کعبے سے چند میل کے فاصلے پر میدان عرفات میں سب حاجی دن بھر جمع رہیں۔ اور اس میدان میں جمع ہونا اتنا ضروری ہے کہ یہاں آئے بغیر حج پورا نہیں ہوتا۔ یعنے اگر کوئی شخص کعبے کی زیارت کرے اور طواف کر لے اور صفا و مروہ میں گشت لگالے

اور بعد ازاں میدان عرفات میں نہ جاتے تو حج ادا نہیں ہوگا۔ مگر کانگریسی اور بہار کی جمعیت علما کے مولویوں سے پوچھو کہ اس میدان کو عرفات کیوں کہتے ہیں اور پاکستان کے مُلّا مودودی اور دوسرے سیاسی مولویوں سے پوچھو تو یہ سب کے سب اس کی حقیقت اور فلسفہ بیان نہ کر سکیں گے اور جواب دیں گے کہ خدا نے قرآن میں اس کا نام عرفات رکھا ہے اور جس کا جواب خدا ہی دے سکتا ہے اس لئے میں اپنے غیر مولوی دوستوں اور غیر مولوی مریدوں کو بتانا چاہتا ہوں کہ عرفات کا ترجمہ شناخت اور پہچان ہے درویشوں میں اس کے لئے لفظ عرفان بولا جاتا ہے اور یہ بھی ایک حدیث ہے یا حضرت علیؑ کا قول ہے۔ مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ جس نے اپنے وجود کو پہچان لیا وہ خدا کو بھی پہچان جاتا ہے لہذا ثابت ہوگیا اور ظاہر ہوگیا کہ اس میدان کو عرفات کا میدان اس واسطے کہتے ہیں کہ یہاں سب انسان جمع ہو کر دل اور خیالات کی یکسوئی سے خدا کو پہچانیں۔ اور چونکہ خدا کی زمین کے ہر حصے کے انسان یہاں جمع ہوتے ہیں اس لئے وہ آپس میں بھی ایک دوسرے کو پہچانیں۔

یہ وجہ ہے کہ میں آج کے روزنامچے میں تعارف اور عرفات اور عرفان اور پہچان کے لئے کچھ لکھتا ہوں۔ کیونکہ میں سب بادشاہوں کے بادشاہ اور سب حاکموں کے حاکم اور سب بڑوں کے بڑے خدا کا منشی اور محرر اور کلرک ہوں پیغمبری ختم ہوگئی ہے اور ولایت یعنی ولی ہونا ریاکاری کے ڈر سے پردے میں چلی گئی ہے۔ اس واسطے یورپ اور ایشیا اور امریکہ اور افریقہ کے سب قلم کاروں میں سے مجھے یہ عزت دی گئی ہے کہ میں اپنے خدا کے عرفان اور اپنے خدا کی مخلوقات کے عرفان کے لئے روزنامچے لکھوں اور اس میں برگزیدہ

مخلوق انسانوں کا تعارف بھی کرایا کروں اور چونکہ تئیس ۲۳ دن تک میں نے روزنامچہ نہیں لکھا تھا۔ اور اس کی یادداشت بھی نہیں لکھی تھی کیونکہ صبح سے رات تک اتنے زیادہ ملنے والے آتے تھے اور اتنے زیادہ مقامات پر مجھے جانا پڑتا تھا اور اتنی زیادہ باتیں کرنی پڑتی تھیں کہ میں حسب عادت روزنامچہ نہیں لکھ سکتا تھا۔

حاجی غزالی خاں

عبدالرشید خاں نام ہے غزالی میں نے لقب دیا تھا۔ منشی عبدالمجید خاں ایڈیٹر درویش دہلوی کے چھوٹے بھائی ہیں اُن کے والد ڈاکٹر عنایت خاں مرحوم مجھ پر بہت عنایت کی نظر رکھتے تھے اور یہ سب بھائی میرے سامنے بہت چھوٹے چھوٹے تھے۔ غزالی خاں کا تعلق دہلی کی ایک نامور طوائف سے ہوگیا تھا۔ میں نے دونوں کو نصیحت کرکے آپس میں نکاح پر راضی کردیا اور اپنے اہتمام سے نکاح کرا دیا۔ خواجہ بانو نے غزالی کو بیٹا اور ان کی بیوی کو بہو بنا کر رسمیں ادا کیں۔ چند سال کے بعد انہوں نے میری اطلاع کے بغیر ایک فلم ایکٹریس سے نکاح کرلیا۔ آزادی کے انقلاب کے وقت وہ سب میرے گھر میں تھے۔ آخر کراچی گئے اور وہاں کاروبار میں خدا نے برکت دی اور دس دس ہزار روپیہ دونوں بیویوں کو دے کر حج کرنے چلے گئے۔ اور وہاں بھی ہزاروں روپے کار خیر میں خرچ کئے۔ جس دن حج سے واپس ہو کر کراچی پہنچے میرے مرنے کی خبر سنی۔ دونوں بیویوں کے ساتھ میرا ماتم کیا۔ پھر تردید کی خبر سنی تو خوشیاں بھی منائیں۔ لکھنا پڑھنا نہیں جانتے۔ دونوں بیویوں سے لکھواتے ہیں اور پڑھواتے ہیں۔ گزشتہ سفر پاکستان کے وقت ان کی حالت ایسی نہ تھی جیسی دوسرے سفر کے وقت دیکھی کہ پچھلی رات بیدار ہوتے ہیں۔ تہجد پڑھتے ہیں اور صبح تک عبادت میں مصروف رہتے ہیں۔ وہ رات میرے ساتھ گورنر صاحب سندھ کے مہمان خانے میں سوتے تھے

میں حسب عادت تہجد کے لئے اٹھا تو بہت آہستگی سے غسل خانے میں گیا تاکہ ان کی نیند خراب نہ ہو غسل خانے سے واپس آیا تو دیکھا وہ مجھ سے بہت پہلے سے بیدار تھے اور نماز پڑھ رہے تھے۔ پھر صبح تک مالا جپتے رہے یعنی تسبیح پڑھتے رہے۔ میری خوشی کی کوئی حد نہ رہی اتنا بڑا انقلاب ان کے اندر دیکھا کہ میں نے بار بار شکر کے سجدے ادا کئے۔ حاجی غزالی اور ان کی دونوں بیویاں روزانہ ملنے آتی تھیں اور میں بھی خواجہ بانو کے ساتھ ان کے مکان پر ملنے گیا تھا۔

حاجی وجیہ الدین

میرے بہت پرانے دوست رفیق المسلمین خان بہادر حاجی وجیہ الدین صاحب مالک بانیر آرمس کمپنی میرٹھ کراچی میں میری لڑکی روحہ کے مکان کے قریب رہتے ہیں گزشتہ سفر پاکستان کے وقت بھی ان سے ملاقات ہوئی تھی اور اس سفر میں بھی کئی بار ان کے ہاں آنا جانا ہوا یہاں بھی ہتھیاروں کی دکان کی ہے اور خدا نے میرٹھ اور دہلی کی طرح برکات غیب عطا فرمائی ہیں۔ جدے میں اور حرمین میں ان کی طرف سے کار خیر میں بہت کچھ خرچ ہوتا رہتا ہے خاص کر مدرسہ صولتیہ اور اس کے ماہوار اردو رسالے کو امداد دیتے ہیں جب یہ اسمبلی کے ممبر تھے تو میں نے ان کو رفیق المسلمین خطاب دیا تھا قوالی وغیرہ مراسم سے احتیاط کرتے ہیں۔ مگر اولیا اللہ کی برکت و عظمت کے قائل ہیں۔ پاکستان کے چیمبر آف کامرس کے ممبر بھی ہیں۔

شفاعت حسین صاحب قریشی

آگرے کے رہنے والے ہیں سالہا سال سے میرے مکان برج حسن میں کرایہ دار تھے۔ اور ہوائی جہازوں کے موسمی دفتر میں افسر تھے۔ میرا اور میرے گھر والوں سے قرابت داری جیسا تعلق تھا اس لئے گزشتہ سفر میں بھی اور اس سفر میں بھی ان کی وضع داری قائم رہی اور ہم سب کی بڑی دھوم دھام سے دعوتیں کیں۔

سید الطاف حسین

میرے قرابت دار ہیں۔ ان کی والدہ حضرت خواجہ سید رفیع الدین ہارون رحمۃ کی اولاد تھیں جو حضرت خواجہ سید نظام الدین اولیاؒ کے بھانجے تھے۔ اور ایک روایت سے ثابت ہے کہ حضرت کی بہن کے پوتے تھے۔ میری والدہ نے مجھے بچپن میں وصیت کی تھی کہ خدا انہیں اچھا وقت دے تو ان کا خیال رکھنا۔ چنانچہ میں نے حضور نظام سے سفارش کرکے پچاس روپے ماہوار ان کے نام جاری کرادیئے تھے۔ ان کی وفات کے بعد ان کے بیٹے سید الطاف حسین کو پچیس ۲۵ روپے ماہوار ملتے تھے۔ پاکستان میں ہجرت کے سبب حیدرآباد کی تنخواہ بند ہوگئی۔ اب کراچی میں ان کے لڑکے نوکریاں کرتے ہیں اور ایک بہت بے آرام خیمے میں بیوی بچوں کے ساتھ رہتے ہیں ان کی بیوی میری بھانجی ہیں۔ ہم سب ان کے خیمے میں کھانا کھانے گئے تھے۔

قاضی تراب علی

میری درگاہ کے فریق قاضی زادگان سے تعلق ہے۔ ان کے ایک بھائی قاضی صفدر علی ابھی تک درگاہ میں موجود ہیں۔ مگر یہ اہل و عیال کے ساتھ ہجرت کرکے کراچی میں آگئے ہیں اور اکثر ملنے آیا کرتے تھے۔ جمعہ کی نماز بھی میں ان کی جا نماز پر پڑھتا تھا۔

سید محبت علی

یہ بھی میرے قرابت دار ہیں۔ اور اہل و عیال کے ساتھ ہجرت کرکے کراچی میں آگئے ہیں۔ ان کے بڑے لڑکے سید عسکری سے میری مرحومہ لڑکی حور بانو کے مرحوم دیور کی بیٹی نعیمہ منسوب ہیں۔ ان کے دوسرے بیٹے سید علی اکبر تمام سفر میں روزانہ ملنے آتے تھے۔

ہجی | مرزا سہراب شاہ نام ہے اُن کے والد مرزا محمد عمر اور اُن کے والد مرزا

نواب شاہ مرزا جو والی عہد دلی عہد بہادر شاہ کے بیٹے تھے۔ میں نے ان کو بچپن سے پالا تھا اور حیدرآباد سے تنخواہ بھی جاری کرائی تھی۔ ان کا بیٹا پیدا ہوگیا ہے مرزا حیدر اور مرزا سکندر دو بیٹوں کے ساتھ کراچی میں رہتے ہیں۔ روزانہ ملنے آتے تھے۔

گلزاری

فقیر قوم کا ایک مزدور ہے جو میرے گھر کے قریب رہتا تھا اور میرے ہاں کھانا بھی پکاتا تھا۔ ہجرت کر کے یہاں آیا تو ہوٹل کھول لیا گذارے کے قابل کام ہو جاتا ہے۔ روزانہ میرے ہاں آتا تھا۔ میں بھی ایک دن اس کے ہوٹل میں گیا تھا۔

قمر الاسلام صاحب

بھیا شیخ احسان الحق صاحب فقیر عشقی کے داماد ہیں۔ بھیا کی اہلیہ یعنی عشقی بانو بھی انہی کے ساتھ کراچی میں رہتی ہیں۔ ہم سب کی ان کے گھر میں بہت دھوم کی دعوت ہوئی تھی اس سفر میں بھی اور گذشتہ سفر میں بھی انگریزی دواؤں کی دکان کرتے ہیں۔

حاجی حبیب الرحمان

خان بہادر حاجی حبیب الرحمان صاحب دہلی میں میونسپل کمیٹی کے صدر تھے اور چیف کمشنر اور ڈپٹی کمشنر سے ان کے اتنے زیادہ تعلقات تھے کہ بعض لوگ ان کو انگریزی سرکار کا کو دیا بیٹا کہتے تھے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ ان کی دانشمندی اور کارفرمائی ایسی اچھی تھی کہ دہلی کے باشندے بھی خوش رہتے تھے اور افسران حکومت بھی۔ دہلی میں بہت بڑی جائداد رکھتے تھے۔ دہلی میں پنجابی قوم سے تعلق تھا کراچی میں تجارت کرتے ہیں۔ ہجرت کے بعد

ابھی حال میں حج کیا ہے۔ مجھے اور میرے دوستوں کو کئی بار بڑی بڑی دعوتیں دی تھیں۔

خیری صاحب

مولانا محمد انوارالحق صاحب خیری خان بہادر مولانا عبدالحامد صاحب کے چھوٹے لڑکے ہیں۔ ان کے والد مرحوم مجھے اولاد کی طرح عزیز رکھتے تھے یہ اور ان کے سب بھائی اپنے والد کی طرح بہت ذہین اور فہیم اور اسلامی و قومی معاملات میں جوش و خروش رکھتے ہیں۔ مولانا راشد الخیری صاحب بھی ان کے قرابت دار تھے ان کے ایک بھائی مجھے سفر حجاز کے وقت بیروت میں ملے تھے۔ یہ بھی اس وقت وہاں تھے اور میں نے ان مرحوم سے کچھ قرض بھی لیا تھا۔ میں نے ان کا بچپن دیکھا ہے مگر اب بہت بوڑھے ہو گئے ہیں حاضر دماغی اور حاضر جوابی میں کمال ہے بات بات میں اپنے اشعار سنانے لگتے ہیں۔ ان کے لڑکے بھی آج ریل پر ملنے آئے تھے۔ چہرے سے بہت ہونہار اور خوش اقبال معلوم ہوتے ہیں

نیازی صاحب

پاکستان کے مشہور و مقبول رسالہ نقاد کے ایڈیٹر ہیں دہلی میں "کامیاب" رسالہ شائع کرتے تھے اور زنانہ دواخانہ بھی جاری کیا تھا۔ کراچی میں بھی زنانہ دواخانہ جاری ہے مگر رسالے کا نام بدل دیا ہے برسہا برس تک میری رفاقت کا کام کر چکے ہیں یعنی میرے دفتر کا بھی کام کرتے تھے اور میرے مضامین کے املا نویس بھی تھے گزشتہ سفر میں شروع سے آخر تک وہ خود اپنی موٹر کے ساتھ میری رفاقت میں رہتے تھے اور اس سفر میں بھی یہی برتاؤ رہا۔ انقلاب آزادی ۱۹۴۷ء کے وقت جب دہلی سے ہجرت کر کے پاکستان جانے لگے تو پانچ ہزار روپے مجھے دینے چاہے اور کہا اس وقت یہ رقم میری ضرورت سے فالتو ہے آپ کے

بیوی بچے حیدرآباد میں ہیں اور آپ کو یہاں تنہائی میں خرچ کی ضرورت ہوگی۔
مجھ پر اس پیشکش کا بہت بڑا اثر ہوا واقعی مجھے اس وقت ایک پیسہ اشرفی کے برابر تھا اور نیازی صاحب کے پانچ ہزار روپے پانچ لاکھ روپے معلوم ہوتے تھے۔ مگر میں نے یہ روپے نہیں لئے کیونکہ میں جانتا تھا کہ وہ عیال دار آدمی ہیں اور میرے تعلق کے سبب یہ رقم دے رہے ہیں۔ ان کا یہ کہنا کہ یہ روپیہ میرے خرچ سے فالتو ہے محض شرافت و مروت ہے۔ تاہم آج تک میں ان کا ممنون ہوں۔ کراچی کے دوسرے سفر کے وقت بھی انہوں نے میرا ایک پوسٹر بڑی تعداد میں اپنے خرچ سے چھاپا اور مجھ سے ایک پیسہ خرچ کا نہیں لیا۔ ان کا رسالہ نقاد چالیس ہزار سے زیادہ چھپتا ہے۔ میں ان کا دفتر اور دواخانہ بھی دیکھنے گیا تھا۔

سید شاہد صاحب

میرے قدیمی ملنے والوں میں ہیں۔ حضرت خواجہ فریدالدین عطارؒ کی ایک مثنوی کا نظم میں ترجمہ کیا ہے بہت عمدہ ترجمہ ہے۔ اس سفر کے موقعے پر بار بار ملنے آتے رہے اور میں نے ان کی اس تصنیف پر دیباچہ بھی لکھ دیا۔

سیرت کا جلسہ

دہلی میں قادیانی جماعت کے لوگ جب سیرت نبویؐ پر جلسہ کرتے تھے تو مجھے صدر بناتے تھے اور اس سلسلے میں مجھ پر حملے بھی ہوتے تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ جامع مسجد دہلی کے سامنے پریڈ کے میدان میں جلسہ ہوا اور میں نے صدارت کی اور جمعیت علماء کے لوگوں نے مجھ پر حملہ کیا اور دوسری دفعہ عربک کالج دہلی میں جلسہ قرار پایا اور میں نے صدارت کا وعدہ کر لیا۔ وہاں گیا تو معلوم ہوا کہ جلسہ گاہ بدل گئی ہے۔ مگر احراری پارٹی وہاں موجود تھی۔ اس نے مجھ پر حملہ کیا۔ میرا گلا گھونٹا۔ داڑھی کھینچی۔ چہرے پر تھوکا۔ اس وقت میری موٹر میں بمبئی کے گجراتی "اخبار بے گھڑی سماچ"

کے ایڈیٹر بھی تھے۔ موٹر کے باہر مولانا اسماعیل عشقی نظامی نے ان لوگوں کو مارنا شروع کیا اور ایک آدمی نے دس بارہ کو مار کر بھگا دیا۔ تھوڑی دیر میں پولیس آگئی اور اس نے مجھ سے پوچھا کن لوگوں نے حملہ کیا تھا۔ میں نے کہا کسی نے حملہ نہیں کیا۔ میں پولیس کی امداد نہیں چاہتا مفتی شوکت فہمی صاحب پولیس کو لائے تھے انہوں نے کہا۔ آپ ایسی درگذر کریں گے تو ہمیں پبلک کام کرنا مشکل ہو جائے گا۔ میں نے جواب دیا قرآن ارشاد فرماتا ہے کہ "مومن وہ ہیں جو غصے کو پی جائیں اور لوگوں کی خطاؤں کو معاف کردیں" اس لئے میں کسی مسلمان سے انتقام لینا نہیں چاہتا کراچی میں بھی قادیانی جماعت نے سیرت کا جلسہ کرنا چاہا تو مجھے صدارت کے لئے بلایا۔ میرے مریدوں نے کہا یہاں عوام کی فضا خراب ہے صدارت مناسب نہیں ہے میں نے کہا رسول خدا کا ذکر جو بھی کرے گا۔ میں وہاں سننے کے لئے جاؤں گا۔ چنانچہ میں وہاں گیا اور صدارت کی۔ بہت بڑا جلسہ تھا۔ ہندوؤں اور عیسائیوں کی تقریریں پر تبصرے بھی کئے کیونکہ اس کی ضرورت تھی۔ مگر ایک قادیانی مولانا نے تقریر کی تو میں نے اس پر تبصرہ نہیں کیا۔ کیونکہ میرا اصول یہ ہے کہ غیر مسلم داعیوں کی ہمت افزائی کرتا ہوں قادیانی جماعت کے اراکین شیخ اعجاز احمد صاحب اور چودھری بشیر احمد صاحب بھی وہاں ملے تھے مگر میں "تیس" روزہ قیام کے زمانے میں حسب عادت ان لوگوں کے پاس نہ جاسکا تھا۔

عطاء الرحمن نظامی جوہری

دہلی کے پرانے مرید عطاء الرحمن نظامی جوہری اور ان کے قرابت دار بھی کئی دفعہ مجھ سے یہاں ملنے آئے تھے۔

جنرل بوٹ ہاؤس

دہلی چاندنی چوک کی مشہور دکان کے مالکان نے کراچی میں بہت بڑے پیمانے پر

جنرل بوٹ ہاؤس قائم کر لیا ہے۔ چمن صاحب اور ان کے بھائی خوش منظر صاحب کی دکان پر کئی دفعہ گیا تھا اور خوش منظر صاحب نے ایک عمدہ جوتی بھی نذر کی تھی جو اب تک زیر استعمال ہے۔

قاری عباس حسین صاحب

میرے دہلوی دوست قاری عباس حسین صاحب بھی کئی بار مجھ سے ملنے آتے تھے ان کے والد سے اور ان سے اور ان کے بھائیوں سے میرے دیرینہ تعلقات ہیں۔ اور وہ دہلی کے بہت سے اخبارں کے بانی اور ایڈیٹر رہ چکے ہیں۔

عثمان صاحب آزاد

دہلی کے مشہور روزانہ اخبار "انجام" کے مالک اور ایڈیٹر عثمان صاحب آزاد اور ان کے بھائی محمد عمر صاحب سے بھی ملنے گیا تھا۔ میرے دل میں ان کی اسلامی خدمات کی بہت بڑی عزت ہے اور یہ دونوں بھائی ذاتی تعلقات بھی مجھ سے رکھتے ہیں اور کوئی تبدیلی انقلاب نے ان میں ایسی پیدا نہیں کی جس کی شکایت کی جا سکے بلکہ ان کی محبت زیادہ بڑھ گئی ہے جیسا کہ ان کے اخبار کی عمدہ خدمات میں بھی بہت ترقی ہو گئی ہے۔

عبدالرحیم من ہر نظامی

مجیٹھے ضلع امرتسر کے بہت پرانے مرید عبدالرحیم من ہر نظامی اور ان کی خواتین بھی ملنے آتی رہیں اور خواجہ بانو بھی ان سے ملنے گئی تھیں۔ میرا پرانا نوکر جمعہ جو حیدرآباد میں بھی میری خدمت کرتا تھا یہاں کراچی آنے کے بعد بھی روزانہ خدمت کے لئے آتا ہے۔

سید عبدالواحد صاحب اجمیری

اجمیر شریف کے پیرزادے سید عبدالواحد صاحب حیدرآباد میں ناظم جنگلات تھے

اور میرا ان کا بہت دیرینہ تعلق ہے یہاں بھی وہ قدیمی تعلقات کے انداز سے ملے

العرب کے ایڈیٹر

عبدالمنعم صاحب العدوی ایڈیٹر عربی اخبار الحرب سے بھی ملاقات ہوئی تھی جو میرے بہت پرانے دوستوں میں ہیں۔ اب ان کے اخبار نے بہت ترقی کرلی ہے اور پاکستان کے اونچے طبقوں میں یہ اخبار بڑی وقعت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔

نواب حسن یار جنگ

پائیگاہ حیدر آباد کے مشہور رکن نواب حسن یار جنگ بہادر سر وقار الامراء نواب اقبال الدولہ بہادر کے پوتے سے بھی ان کے مکان پر ملنے گیا تھا۔ حیدر آباد میں انہوں نے بہت بڑی قومی خدمات انجام دی تھیں۔

سفیر مصر

چودھری نذیر احمد صاحب وزیر صنعت وحرفت پاکستان کے مکان پر مصر کے سفیر صاحب سے بھی ملاقات اور باتیں ہوئی تھیں یہ اردو جانتے ہیں اور آج کل ڈاکٹر سر محمد اقبال کے کلام پر اہل مصر کے لئے تبصرہ لکھ رہے ہیں۔ غیر معمولی سمجھ اور قابلیت رکھتے ہیں۔ دہلی میں بھی ایک دفعہ ان سے ملاقات ہوئی تھی

سفیر شام

چودھری نذیر احمد صاحب کی دعوت میں شام کے سفیر صاحب سے بھی ملاقات ہوئی تھی اور میں نے بعض آیات کی تفسیر سنائی تو یہ دونوں سفیر بہت خوش ہوئے تھے اور انہوں نے اس تفسیر کی داد بھی دی تھی۔

سفیر حجاز

سلطان ابن سعود کے سفیر سے چونکہ کئی بار ملنا ہوا ہے اور مصر و شام کے

سفیروں سے مختصر ملاقات ہوئی تھی اس واسطے میرا خیال ہے کہ سفیر حجاز کی نظر دینی معاملات میں بہت وسیع ہے اور مصر و شام کے سفیر سیاسیات کو بھی خوب سمجھتے ہیں سیاسی سمجھ سفیر حجاز میں بھی ہے مگر ان کو دلچسپی زیادہ دینیات سے ہے۔

وجدی صاحب

حضرت اکبر الہ آبادی کے نواسے ہیں۔ مشتاق احمد نام ہے۔ ان کی والدہ میری مرید ہیں۔ پاکستان میں ایک بڑے سرکاری عہدے پر ہیں۔ ان کا اور انعام اللہ صاحب کا نکاح میں نے ایک ہی وقت پڑھایا تھا۔ یہ دونوں نکاح حضرت اکبر کی پوتیوں سے ہوئے تھے اور میں ان دونوں کی بیویوں اور ساس سے بھی ملنے گیا تھا۔ مگر افسوس ہے کہ انعام اللہ صاحب سے ملاقات نہیں ہوئی اگرچہ میں ان کے مکان پر گیا تھا۔ انہوں نے کراچی میں ایسا اچھا مکان بنوایا ہے کہ گزشتہ سفر کے وقت میں نے اس مکان کو حضرت اکبر کی ایک اچھی غزل کہا تھا۔

میاں نسیم حسین

میاں سر فضل حسین مرحوم کے صاحبزادے میاں نسیم حسین صاحب سے گزشتہ سفر کے وقت ملاقات ہوئی تھی مگر اس سفر کے وقت ملاقات نہیں ہوئی جس کا مجھے افسوس ہے۔

حاتم علوی صاحب

میرے بہت پرانے دوست حاتم علوی صاحب گزشتہ سفر میں ملے تھے آج کل وہ کراچی میں موجود نہیں ہیں۔ ان سے اور ان کے لڑکے آفتاب سے ملاقات نہ ہو سکنے کا افسوس ہے۔

ہمدرد کے حکیم صاحب

حاجی حافظ حکیم محمد سعید صاحب مالک دواخانہ ہمدرد کراچی سے کئی بار

ملاقات ہوئی۔ شروع میں وہ گیارہ دن بیمار رہے اور اس کے بعد ملاقاتیں ہوتی رہیں۔ میں ان کے پاس دواؤں اور علاج کے سلسلے میں بھی جاتا رہا۔ اور انہوں نے مسافر نوازی کا حق ادا کر دیا۔

رازق الخیری صاحب

میرے مرحوم دوست مولانا راشد الخیری صاحب کے بڑے فرزند رازق الخیری صاحب سے بھی کئی بار ملاقاتیں ہوئیں۔ انہوں نے اپنے والد کی کتابوں کو اور خدمت نسواں کے کام کو جس عمدگی سے قائم رکھا اور چلایا ہے اس کی ہر شخص تعریف کرتا ہے اور میں قران کے کام کا پرانا دلدادہ اور گرویدہ ہوں۔

واحدی صاحب

ملا محمد واحدی صاحب اور ان کے لڑکے احمد مجتبےٰ اور علی مقتدےٰ اور مرتضےٰ رضا شروع سے آخیر تک ملتے جلتے رہے اور میں بھی ان کے ہاں بار بار روٹیاں کھانے جاتا رہا۔

ڈپٹی صاحب

میری لڑکی روحنہ کے خسر ڈپٹی سید عزیز الدین صاحب سے روزانہ ملاقات ہوتی تھی۔ کیونکہ گورنر صاحب سندھ کے ہاں سے صبح نو بجے آتا تھا اور رات کو نو بجے جاتا تھا اور دونوں وقت کا کھانا عموماً ڈپٹی صاحب کے ساتھ کھاتا تھا۔ میرے داماد اور پوتے اور پوتیاں اور نواسے اور نواسی بھی کھانے میں شریک ہوتے تھے تو میرا دل بہت خوش ہوتا تھا۔ پاکستان بانو یعنی گل رعنا میری نواسی روزانہ اشعار سناتی تھی۔ لیکن اپنی مرضی سے سناتی تھی۔ ہمارے کہنے سے نہیں کر ٹال دیتی تھی چند اشعار لکھتا ہوں۔

ہم مشرق کے مسکینوں کا دل مغرب میں جا اٹکا ہے یاں کنٹر سب بلّوری ہیں یاں ایک پرانا مٹکا ہے

بھارت اور پاکستان کے اختلافات کی باتیں سنتی تو حضرت اکبر کا یہ شعر پڑھتی ہے

یہ دال لب گنگ کبھی گل نہیں سکتی :: کلو کے پٹاخے سے بلا ٹل نہیں سکتی
خواجہ حسن نظامی سے ولی نہ چھوٹ سکتی :: حضرت ابو ہریرۃؓ سے بلی نہ چھوٹ سکتی
پکالیں پیس کر دو روٹیاں تھوڑے سے چولانا :: ہمارا کیا ہمارے بھائی نہ سسٹر ہیں نہ ملانا

سری سنارام

کراچی میں بھارت کے ہائی کمشنر تھے۔ پہلے سفر پاکستان کے وقت میں ان سے ملنے گیا اور کہا میرے پرمٹ میں مزاروں سے ملنا اور درگاہوں کی زیارت کرنا اور قرابت داروں سے ملنا درج ہے۔ مگر یہاں کاٹھیاواڑ کی ریاستوں کے رئیس اور حیدرآبادی لوگ اور دوسرے مقامات کے مہاجرین اور پاکستان کے سرکاری افسران بھی ہیں۔ مہربانی کر کے بتا دیجئے کہ بھارت کی حکومت کی کیا پالیسی ہے میا پرمٹ کے اندراجات کے علاوہ کسی اور سے مل سکتا ہوں یا نہیں ہنس کر جواب دیا۔ آپ کے لئے دفعہ ۱۴۴ نہیں ہے۔ آپ جس سے جی چاہے ملئے اور جس کی دعوت کھانی پسند ہو قبول کیجئے۔

یہ جواب سن کر میں نے ملاقاتوں کا پروگرام بنایا تھا اور آزادی سے ہر شخص مجھ سے ملا تھا اور میں بھی ہر شخص سے ملا تھا سوائے میر لائق علی صاحب اور نواب معین نواز جنگ اور ان کے رفیقوں کے کہ باوجود اجازت کے میں ان سے اس لئے نہیں ملا تھا کہ میرا سفر سیاست سے اور اہل سیاست سے بے تعلق تھا تاہم یہ شائع کرنا ضروری ہے کہ میں میر لائق علی اور نواب معین نواز جنگ اور ان کے رفیقوں سے دیرینہ تعلقات رکھتا ہوں اور میرے دل میں ان سب کی عزت ہے۔

دوسرے سفر پاکستان کے وقت سر سیتارام صاحب سے میں دو دفعہ ملا تھا اور ان سے کہا تھا کہ دونوں حکومتوں کے باشندے آپ سے خوش ہیں اس لئے آپ کو یہاں سے جانا مناسب نہیں ہے۔ مگر وہ اپنی علالت اور اپنی بیوی کے علالت کے سبب مجبوراً نوکری چھوڑ کر چلے گئے اور ان کی جگہ عارضی طور پر ان کے نائب خوب چند صاحب کام کرتے ہیں لیکن ان سے میرے پرانے تعلقات نہیں ہیں اور میں پوری طرح ان کو جانتا بھی نہیں ہوں۔

راجہ غضنفر علی خاں

میرے بہت پرانے دوستوں میں ہیں۔ شیعہ عقائد رکھتے ہیں قائد اعظم مسٹر جناح ان پر بھروسہ کرتے تھے اور راجہ صاحب مسلم لیگ کے پرانے خدمت گذاروں میں ہیں۔ نواب سر سید مہر شاہ اور ان کے بھائی حضرت پیر سید فضل شاہ صاحب سے ان کی قرابت بھی ہے۔ آج کل کراچی آتے ہوئے تھے مگر ان کے پاس جانے کا وقت نہیں ملا۔ البتہ ایک شام کو مجھے مسٹر مہتہ نے بھارت کے سفارت خانے میں چاء کے لئے بلایا تھا اور اسی وقت راجہ غضنفر علی خاں صاحب ایران میں پاکستان کے سفیر صاحب چند صاحب سے ملنے آگئے تھے۔ میں نے خبر سنی تو چاہا باہر جاکر ان سے ملوں مگر مسٹر مہتہ نے کہا۔ وہ خوب چند صاحب سے مل کر چلے گئے اور آپ کو سلام کہہ گئے ہیں اور یہ پیغام دے گئے ہیں کہ لاہور کے جلسے میرا بچھا کو آپ بھولے تو نہیں ہیں؟ میں نے مسٹر مہتہ سے کہا مجھے سب کچھ یاد ہے۔ مسٹر مہتہ نے لاہور کے میرا بچھا کی حقیقت پوچھی تو میں نے جواب دیا سالہا سال پہلے حیدرآباد میں میرا امتیاز علی صاحب تاج وغیرہ نے میرا بچھے کا ڈرامہ کیا تھا اور میں بھی وہ ڈرامہ دیکھنے گیا تھا۔ اس کے ایک سین کا ایسا اثر ہوا کہ میں چیخ مار کر کرسی سے گرا اور بے ہوش ہو گیا۔

میں نے مسٹر مہتہ سے یہ بھی کہا کہ راجہ غضنفر علی خاں صاحب کی زندگی کے ہر انقلاب سے میں واقف ہوں اور وہ بھی میری زندگی کے ہر انقلاب سے آگاہ ہیں۔ فرق اتنا ہے کہ وہ اپنے عروج سے مست ہو گئے ہیں اور میں اپنے زوال سے سست نہیں ہوا۔

مستری حبیب خاں نظامی

میرے بہت پرانے مریدوں میں ہیں حیدرآباد اور برما اور افغانستان کے سفروں میں میری رفاقت کر چکے ہیں۔ انقلاب کے بعد اپنے بیوی بچوں کے ساتھ کراچی میں آ گئے تھے اور آج عارضی پرمٹ لے کر میرے ساتھ کراچی سے دہلی جائیں گے چونکہ مجھے اپنی معذوریوں اور بیماریوں کی وجہ سے ایک ایسے رفیق سفر کی ضرورت ہے جو میری آسایش کی چیزوں سے واقف ہو اور رسول خدا نے بھی فرمایا ہے اَلرَّفِیْقُ ثُمَّ الطَّرِیْقُ پہلے سفر کا رفیق تلاش کر لو۔ اس کے بعد سفر شروع کرو۔ اس لئے میں نے ان کو ساتھ لیا ہے۔

یونس کی اماں

میرے ملازم محمد یونس کی والدہ اور محمد یوسف بھائی وغیرہ بھی ملنے آتے رہتے ہیں۔ جب دہلی سے یونس کی والدہ اور سب بھائی ہجرت کر کے چلے تو یونس کو بھی ساتھ لیجانا چاہا تھا۔ یونس نے کہا میں اس مصیبت کے وقت میاں کو اکیلا نہیں چھوڑ سکتا جو ان کا حال ہوگا وہ میرا حال ہوگا۔

راشد حسین

سر سید مرحوم کے نواسے راشد حسین اور ان کی والدہ اور خالہ اور ماموں انقلاب ۱۹۴۷ء کے وقت میرے گھر میں تھے۔ اور جب میں حیدرآباد چلا گیا تو وہ سب کراچی میں آ گئے۔ پہلے سفر کے وقت بھی وہ سب ملنے آئے تھے اور

اب دوسرے سفر میں بھی روزانہ وہ اور ان کی عورتیں آتی رہتی ہیں راشد حسین کی شادی خان بہادر نواب علی صاحب ٹھیکے دار کے خاندان میں ہوئی ہے اور خان بہادر نواب علی سے میرا بہت پرانا ملنا جلنا ہے لیکن چونکہ پاکستان میں آنے کے بعد نواب علی صاحب کی دولت اور شان بڑھ گئی ہے۔ اس واسطے نہ وہ میرے پاس آئے نہ کوئی پیغام و سلام بھیجا۔ مجھے نہ اس کی ضرورت ہے کہ لوگ مجھ سے ملیں اور نہ اس قسم کے بے مروت لوگوں کا ذکر کرنے سے کوئی فائدہ ہے۔ مگر یہ دکھانا چاہتا ہوں کہ ہماری قوم انگریزی تہذیب کی برائیوں میں اتنی زیادہ ڈوب گئی ہے کہ پرانی وضع داریوں کا اور پرانے تعلقات کا اس کو خیال بھی نہیں آتا۔ انگریزی تہذیب یہ سکھاتی ہے کہ جب ضرورت پیش آئے تو لوگوں سے ملو اور جب ضرورت ختم ہو جائے تو جس سے ملے تھے اس کو بھول جاؤ۔ خان بہادر نواب علی نہ کبھی میرے دست نگر ہوئے نہ کبھی میں ان کا دست نگر ہوا۔ اس لئے شکوہ ذاتی نہیں ہے بلکہ اپنے مریدوں اور دوستوں کو ایسے لوگوں سے آگاہ کرنا ہے جو پرانی تہذیب سے باغی ہو گئے ہیں۔

مہاراجہ سرکشن پرشاد کی لڑکی

میرے مرحوم دوست اور مرید یمین السلطنت مہاراجہ سرکشن پرشاد بہادر مرحوم کی ایک بیٹی اور ان کے شوہر نواب اسد اللہ خاں صاحب اور نواب صاحب کے بھائی اور ان کی بیوی انقلاب کے وقت حیدر آباد سے کراچی آ گئے تھے۔ اس وقت میں حیدر آباد میں تھا اور یہ سب مجھ سے مل کر آئے تھے۔ گزشتہ سفر کے وقت بھی مہاراجہ کی لڑکی اور داماد مجھ سے ملنے آئے تھے اور میں بھی ان کے قیام گاہ پر گیا تھا اور ناشتے میں بھی شریک ہوا تھا اور اس سفر میں بھی وہ سب کئی بار میرے پاس آئے اور میں بھی کئی بار ان کے گھر گیا۔

سید مسلم

حضرت اکبر الہ آبادی کے چھوٹے پوتے سید مسلم بھی کئی بار ملنے آئے تھے۔ ان کے والد سید عشرت حسین صاحب مرحوم اور سید مسلم حضرت اکبر کی کلیات کی اشاعت کا کام کرتے رہتے تھے اور سید مسلم نے بھی اپنے والد کی وفات کے بعد اس اشاعت میں معقول حصہ لیا تھا۔ ان کو اور حضرت اکبر کے نواسے مشتاق احمد صاحب زیدی کو دیکھتا ہوں تو مجھ پر ایام گزشتہ کی یاد اتنا اثر کرتی ہے کہ میرے حواس قابو میں نہیں رہتے۔

نعیم صاحب

آج کل کراچی میں مجھ سے تعلق رکھنے والے دو نعیم رہتے ہیں ایک محمد نعیم نظامی میرے مرید اور دوسرے عبدالنعیم خاں فرخ آبادی میرے املا نویس۔ محمد نعیم نظامی بھی ملنے آتے تھے مگر نظرے خوش گذرے کے انداز سے۔ البتہ عبدالنعیم خاں ایک بڑا کام کر رہے ہیں ان کی نوکری تو تاج کمپنی میں ہے مگر انہوں نے مشہور لوگوں سے میری نسبت کچھ لکھوایا ہے اور اس کو کتاب کی صورت میں شائع کرنا چاہتے ہیں۔ انہوں نے کراچی میں شادی بھی کر لی ہے۔

کاغذ کی ناؤ

میں نے ارادہ کیا تھا کہ عبدالنعیم خاں کو تاج کمپنی کی نوکری سے الگ کر کے کاغذ کی ناؤ نام کا ایک ہفتہ روزہ اخبار ان سے جاری کراؤں تاکہ وہ میری ہدایت کے مطابق کراچی سے یہ اخبار شائع کرتے رہیں مگر ابھی حالات ایسے نہیں تھے کہ میں اتنی دور بیٹھ کر ہفتہ روزہ اخبار چلا سکوں۔ اس لئے یہ ارادہ ملتوی کر دیا۔

مولانا عبدالحامد صاحب بدایونی

میرے پرانے دوستوں میں ہیں اور مسلم لیگ کی حمایت و خدمت سالہا سال

کرنے آتے ہیں۔ میرے پہلے سفر کے زمانے میں انہوں نے مجھے اور مولانا جمال میاں صاحب لکھنوی کو جمعیت علما پاکستان کی طرف سے پارٹی دی تھی جس میں ہم دونوں کی نسبت قصیدے بھی پڑھے گئے تھے اور ہم دونوں نے تقریریں بھی کی تھیں۔ مگر جب میں دہلی میں واپس آگیا اور میں نے ان کی مدارات و محبت کا منادی میں ذکر بھی شائع کر دیا تو ایکایک کراچی کے اخباروں سے معلوم ہوا کہ مولانا کو تین مہینے کے لئے نظربند کر دیا گیا ہے۔ میں نے فوراً جناب خواجہ شہاب الدین صاحب وزیر امور داخلہ کو ایک طویل خط لکھا مگر دہلی میں مجھے "قانون دان لوگوں نے مشورہ دیا کہ آپ بھارت کے شہری ہیں آپ کو پاکستان کے اندرونی معاملات میں کسی کو کچھ لکھنے کا کوئی حق نہیں ہے اور اگر آپ کو اس معاملے میں دخل دینا بہت ہی ضروری معلوم ہوتا ہے تو اپنی حکومت کے ہوم ڈپارٹمنٹ سے اجازت لے لیجئے۔ اس لئے میں نے وہ خط نہیں بھیجا اور جب دوسرے سفر کے سلسلے میں کراچی پہنچا تو معلوم ہوا کہ رہائی میں تین دن باقی رہ گئے ہیں اور عوام میں چرچا ہے کہ تین مہینے پورے ہوتے ہی سزا میں توسیع کر دی جائے گی۔ میں نے کہا اب تک تو میں توسیع کی سفارشیں کیا کرتا تھا کہ فلاں کے پرمٹ میں توسیع کر دو۔ فلاں کی نوکری میں توسیع کر دو۔ مگر اب مولانا عبدالحامد کی قید کی توسیع چاہوں یا یہ کہ ان کی قید میں توسیع نہ ہو۔؟

ایک لطیفہ یاد آیا کہ حضرت اکبر الہ آبادی نے اپنے چھوٹے لڑکے سید ہاشم کی وفات کے بعد مجھے لکھا تھا کہ جب انسان پیدا ہوتا ہے تو روح خدا کی جیل خانے میں قید ہوتی ہے اور جب مرجاتا ہے تو روح خدا کی جیل خانے سے رہا ہو جاتی ہے مگر انسان کی عقل الٹی ہے کہ جب روح قید ہوتی ہے تو خوشی مناتا ہے اور مبارکبادیوں کا غل مچاتا ہے اور جب روح قید سے رہا ہو جاتی ہے تو روتا ہے اور ماتم کرتا ہے اور افسوس کرتا ہے کہ روح قید سے کیوں آزاد ہوگئی؟

حضرت اکبر کی یہ عجیب و غریب فلسفیانہ بات سن کر میں نے اپنے بہت سے مضامین میں مختلف طریقوں سے اس لطیفے کو لکھا اور شائع کیا تھا اور کراچی پہنچنے کے بعد جب مولانا عبدالحامد صاحب بدایونی کی نسبت یہ سنا کہ ان کی قید کے تین دن باقی ہیں اور سزا میں توسیع کا اندیشہ ہے تو مجھے حضرت اکبر کا لطیفہ یاد آگیا۔ اور میں سوچنے لگا کہ مجھے کیا کرنا چاہیئے۔ آخر یہی فیصلہ کیا کہ رہائی کی سفارش کرنی چاہیئے چنانچہ میں خواجہ شہاب الدین صاحب کے پاس گیا اور ان سے سفارش کی اور انہوں نے مولانا کو فوراً رہا کر دیا یعنی تین دن جو باقی تھے ان سے بھی درگذر کی اور میں ان کا بہت ممنون ہوا۔ مجھے سزا کی خبر سن کر یہی خیال ہوا تھا کہ حالات و واقعات کچھ ایسے ہی پیچیدہ ہوں گے ورنہ خواجہ شہاب الدین اپنے قدیمی خدمت گذار کو سزا نہ دیتے۔

اس وقت مجھے یہ بات بھی یاد آئی کہ میرے حضرت خواجہ نظام الدین اولیاؒ بھی بدایونی تھے اور دہلی کی اقامت کے زمانے میں انہوں نے سات بادشاہوں کا تخت نشین ہونا اور تخت سے اترنا یا مرنا دیکھا تھا مگر ہمیشہ بادشاہوں کی سیاست سے الگ رہے اس واسطے جی چاہا کہ حضرت مولانا عبدالحامد صاحب کے پاس جاؤں اور عرض کروں کہ آپ بھی سیاست سے کنارہ کشی اختیار کیجئے مگر دل نے جواب دیا کہ اگر مولانا عبدالحامد صاحب جیسے پرانے سیاسی کام کرنے والے مسلمانوں کی حکومت بن جانے کے بعد سیاست سے الگ ہو جائیں گے تو مسلمان قوم کو سیاست کے دینی رُخ سے کون آگاہ کرے گا رہائی کے بعد میں بھی مولانا سے ملنے گیا اور وہ بھی مجھ سے ملنے آئے مگر میری کم فرصتی اتنی بڑھی ہوئی تھی کہ میں ان سے ملنے صرف ایک ہی دفعہ گیا مگر وہ کئی بار تشریف لائے۔

محمد حنیف نظامی

میرے دل میں رہنے والے مولانا محمد اسماعیل عشقی نظامی کے بیٹے بھی ملنے آئے تھے

مولانا عشقی کو میں نے خلافت بھی دی ہے۔ دوسرا نے چھپیلہ ضلع بلند شہر کے رہنے والے ہیں۔ ۱۹۱۱ء کے دربار کے بعد جب انگریزوں نے نئی دلی کی تعمیرات شروع کیں تو مولانا اسماعیل اینٹوں کی سپلائی کا کام کرتے تھے۔ دن بھر یہ محنت کرتے تھے اور شام کو میرے ہاں آجاتے تھے۔ پاؤں دباتے تھے اور میرے ساتھ عبادت میں شریک ہوتے تھے۔ اس طرح بتیس برس انہوں نے خدمت کی۔ اور جس رات آریہ سماجیوں نے مجھ پر قاتلانہ حملہ کیا تھا اور میرے خسر کے گولی لگ گئی تھی اور میں بچ گیا تھا حالانکہ مجھ پر مسلسل چار فیر کئے گئے تھے اور ان گولیوں کے نشانات اب تک میرے موٹر گیرج کے آہنی کواڑوں پر موجود ہیں رات کا وقت تھا۔ میرا موٹر ڈرائیور ڈر کے مارے موٹر کے نیچے چھپ گیا تھا اور میرے خسر خاک و خون میں تڑپ رہے تھے اور میں بالکل اکیلا گولیوں کی بوچھاڑ کے سامنے اس طرح چپ چاپ کھڑا تھا گویا فوٹوگرافر میری تصویر کھینچ رہا ہے جب حملہ آور چار گولیاں چلا چکا تو وہ پچھلے قدم ہٹا میں سمجھا پستول خالی ہو گیا۔ اب میں دوڑ کر اس کو پکڑ سکتا ہوں۔ چنانچہ میں آگے بڑھا اور میں نے برچھی لگی ہوئی اپنی لکڑی حملہ آور کی طرف دونوں ہاتھوں سے سیدھی کی تو اس نے پھر ایک گولی چلائی اور اس کے بعد وہ پیٹھ پھیر کر بھاگا۔ یکایک میرا مرحوم نوکر غلام رسول اور مولانا عشقی نظامی گولیوں کی آواز سن کر آ گئے اور میں نے ان دونوں سے کہا دوڑو اور اس کو پکڑو۔ مگر میرے مرحوم خسر نے آواز دی ادھر نہ جاؤ مجھے سنبھالو۔ چنانچہ میں مرحوم کے پاس آ گیا۔ مگر مولانا عشقی اور غلام رسول حملہ آور کا تعاقب کرتے رہے لیکن وہ بھاگ گیا اور ان دونوں کے ہاتھ نہ آیا۔

اس کے بعد سے میرے دل میں مولانا عشقی اور غلام رسول کی محبت بہت زیادہ بڑھ گئی۔ مولانا عشقی کے کئی لڑکے ہیں جو سرائے چھپیلہ میں اپنے باپ کے

پاس ہیں۔ صرف بڑے لڑکے محمد حنیف پاکستان گئے ہیں جو پہلے اسپتال میں کمپونڈری کرتے تھے اور اب کراچی میں بھی یہی کام کرتے ہیں مجھے ان سے مل کر بہت خوشی ہوئی۔ اور میں نے بڑے بڑے امیر آدمیوں سے جو وہاں موجود تھے باتیں ترک کر دیں اور حنیف سے باتیں کرتا رہا۔

ڈاکٹر نذیر حسین

ڈاکٹر امیر حسین صاحب دہلی میں میرے خاص ملنے والوں میں تھے ان کے لڑکے ڈاکٹر نذیر حسین صاحب بھی کراچی میں ملنے آئے تھے اور مجھے ان سے مل کر بہت خوشی ہوئی تھی۔ ۲۳ر جنوری ۱۹۵۲ء کو ان کا انتقال ہوگیا۔

جمیل احمد صاحب اشرفی

میرے دفتر میں بہت عرصے تک جمیل احمد صاحب رہے تھے۔ آج کل کراچی میں ہیں اور کئی بار مجھ سے ملنے آئے تھے

ڈاکٹر ایم اے شکیل اشرف

یہ آگرے کے رہنے والے ہیں اور انہوں نے حضرت سید ابوالعلے اکبر آبادی کا کراچی میں بڑی دھوم سے عرس کیا تھا۔ اور مجھے خود دعوت دینے آئے تھے مگر افسوس ہے کہ میں ایک دوسری دعوت کا وعدہ کر چکا تھا اس لئے اس سعادت سے محروم رہا۔

عبدالرشید نظامی

حاجی رحمت اللہ عین الیقین نظامی کے بڑے لڑکے عبدالرشید نظامی کئی بار ملنے آئے تھے۔

سید وصی اشرف صاحب

دہلی کے مشہور تاجر کتب سید وصی اشرف صاحب نے کراچی میں کتاب فروشی کا

بہت اچھا اور بہت بڑا کام شروع کیا ہے میں بھی ان کی دکان پر گیا تھا اور وہ بھی کئی بار مجھ سے ملنے آئے تھے۔

افسوس

کراچی کے سرکاری اسپتال کے بڑے ڈاکٹر کرنل شاہ صاحب اور دوسرے ڈاکٹر عبدالحق صاحب میرے پرانے دوستوں میں ہیں اور گزشتہ سفر میں ان سے ملنے گیا تھا مگر افسوس ہے کہ اس سفر میں ان سے ملاقات نہ کر سکا۔

پروفیسر چاند میاں نظامی

راجکوٹ کاٹھیاواڑ کے پرانے مریدوں میں ہیں۔ حیدرآباد میں ان کا لکھا ہوا بولتا قاعدہ بہت مقبول ہے۔ ولی عہد حضور نظام کے بچوں نے بھی پہلے انہی کا بولتا قاعدہ پڑھا تھا۔ کراچی میں ہجرت کر کے آئے تو ایک چھاپہ خانہ قائم کیا۔ گزشتہ سفر کے وقت وہ بھی مجھ سے ملنے آئے تھے اور میں بھی ان سے ملنے گیا تھا مگر افسوس ہے کہ اس سفر میں نہ وہ ملنے آئے نہ میں ان کے پاس جا سکا۔

علی محمد چنارا

ہز ہائی نس سر آغا خاں کے ریکریشن کلب بمبئی کے سکریٹری علی محمد صاحب چنارا بھی آج کل کراچی میں ہیں اور چھاپہ خانہ جاری کیا ہے۔ گزشتہ سفر میں ملاقات ہوئی تھی اس سفر میں نہ وہ آئے نہ میں جا سکا۔

مہتہ صاحب

بھارت ہائی کمشنر کے دفتر کے ایک رکن مہتہ صاحب سے میرا بہت پرانا ملنا جلنا تھا اس واسطے وہ دو بار مجھ سے ملنے آئے تھے اور میں بھی ان سے ملنے گیا تھا اور اپنے بچوں کے ساتھ ان کی چائے پارٹی میں بھی گیا تھا۔

منظور حسین صاحب غازی

میرے قرابت دار منظور حسین صاحب غازی بھی کئی بار ملنے آئے تھے مگر اپنا

والدہ کے انتقال کی خبر سن کر وہ لائل پور چلے گئے اور آج روانگی کے دن ان سے ملاقات نہ ہو سکی۔

منشی محمد حسین صاحب خادم نظامی

یہ میرے بہت پرانے مریدوں میں ہیں۔ پہلے پرسلم ہوٹل چلاتے تھے آج کل کراچی میں ہیں اور اکثر ملنے آتے تھے۔

محمد محی الدین خاں فخر نظامی

حیدر آباد دکن سے "تجارتی دنیا" رسالہ شائع کرتے تھے میرے پرانے مریدوں میں ہیں آج کل اپنے لڑکے کے ساتھ کراچی میں رہتے ہیں۔

حاجی غلام حسین صاحب

سندھ بلوچستان ہوٹل کے مالک ہیں۔ اکثر ملنے آیا کرتے ہیں۔

کراچی کے تاجران کتب

سندھ اسلامی ہوٹل کے مالکان میں غلام احمد نظامی میرے بہت پرانے مریدوں میں تھے۔ قیام کراچی کے ایام میں انہوں نے میری کتابوں کی اشاعت کے لئے ایک دکان جاری کی تھی۔ ان کے سب اہل و عیال بھی میرے مرید ہیں۔ ابھی حال میں کراچی سے تار آیا کہ انہوں نے وفات پائی جب میں کراچی سے چلا تھا تو وہ بیمار تھے مگر کام کرنے کے قابل نظر آتے تھے۔ میرے آنے کے بعد سندھی زبان میں ایک اخبار بھی جاری کیا تھا وہ سندھی زبان کے بہت اچھے شاعر تھے مجھے ان کی وفات کی خبر سے بہت صدمہ ہوا۔

حاجی محمود صاحب خادم

لاڑکانہ سندھ میں مدینہ پریس چلاتے ہیں اور کتابوں کی تجارت بھی کرتے ہیں۔

جونا مارکیٹ کراچی

اس بازار میں کئی تاجران کتب کی دکانیں ہیں۔ (۱) عباسی کتب خانہ۔ (۲) مکتبہ اسحاقیہ۔ (۳) قومی کتب خانہ (۴) مادران ہند بک اسٹال۔

بولٹن مارکیٹ کے کتاب فروش

(۱) اسلامیہ بک اسٹال (۲) ستارہ بک اسٹال (۳) تاج بک ڈپو۔

بندر روڈ کے تاجران کتب

(۱) تاج کمپنی قرآن منزل (۲) کتب خانہ تاج آفس متصل میونسپل کارپوریشن (۳) شیخ برکت علی تاجر کتب این۔ جی۔ وی۔ ہائی اسکول (۴) شیخ غلام علی تاجر کتب فریئر روڈ کراچی (۵) فیروز اینڈ سنز میکلوڈ روڈ۔ اور بندر روڈ۔

سید علی اشرف صاحب دہلوی

دہلی میں بہت اعلیٰ پیمانے پر کام کرتے تھے اور کراچی میں بھی ان کی تجارتی فرم بہت ترقی کرنے والی معلوم ہوتی ہے۔

کراچی سے روانگی

آج شام کو ہم سب کراچی سے بذریعہ ریل روانہ ہوئے۔ اسٹیشن پر بکثرت عورت مرد اور بچے پہنچانے آئے اور پھولوں کے ہار پہنائے رات کو آرام سے رہنے فرسٹ کلاس کی سیٹیں ریزرو کرائیں۔

---

۲۴ صفر۔ ۴ دسمبر دوشنبہ ملتان

دوپہر کو ریل ملتان پہنچی میرے بڑے لڑکے خواجہ سید حسین نظامی اور ان کے ماموں سید ابن عربی نظامی اور حکیم منزل شاہ نظامی وغیرہ استقبال کے لئے موجود تھے۔ منظفر محمود صاحب کے ہاں قیام ہوا جو ملتان کے ایک بڑے تاجر ہیں اور حضرت پیر صاحب گولڑہ شریف کے مرید ہیں۔ گزشتہ سفر کے موقع پر بھی ملتان میں

ان کی مدارات سے فائدہ اٹھایا تھا۔ اس سفر میں ٹھیرا بھی ان کے ہاں کھانا بھی وہیں کھایا۔ اور موٹر بھی ان کی استعمال کی۔

ملتان کے ڈپٹی کمشنر صاحب

آج میں اپنے بیوی بچوں کے ساتھ مسٹر ایس۔ ایم رشید ڈپٹی کمشنر ملتان کے گھر پر گیا تھا۔ یہ بہت عرصے تک دہلی میں ریزیڈنٹ مجسٹریٹ رہ چکے ہیں۔ اس لئے ان کی عورتوں سے میری عورتوں کا ملنا چلنا تھا۔ دیرینہ تعلقات کی بنا پر ان سے مل کر مجھے ایسی خوشی ہوئی گویا ہم سب دہلی میں ہیں۔

درگاہوں کی زیارت

یہاں سے رخصت ہو کر ہم سب ملتان کی چھوٹی بڑی درگاہوں پر حاضر ہوئے میں نے خواجہ بانو کو ہر درگاہ کے تفصیلی حالات بتائے۔

ملتان سے روانگی

رات کو ہم سب ملتان سے رخصت ہو کر لاہور کی ریل میں سوار ہوئے اور رات بھر آرام سے رہے۔

---

۲۵ صفر۔ ۵ دسمبر سہ شنبہ سفر پوتا پور

صبح ۸ بجے لاہور پہنچے۔ پاک دل محمد حسین دینی نظامی اور آثم نظامی اور شرف الدین دہلوی مزدور اور ان کا لڑکا اسٹیشن پر موجود تھے۔ ان سب نے ہم کو اتار کر پوتا پور کی ریل میں سوار کرایا اور شام کو چار بجے ہم سب پوتا پور پہنچے جہاں سید امداد حسین نظامی اور ملنسار نظامی اور میرے پوتے سید سلمان ایزدی نظامی اور ان کے ماموں سید محمد سمیع وغیرہ احباب ریل پر موجود تھے اور ان سب کے ساتھ ہم سب خواجہ حسین نظامی کی بیوی دل آرا بانو کے مکان پر گئے۔ ریل پر سلمان کے بھائی سید نعمان اور سید امان اور سید ریان اور

ان کی بہن قدسیہ بانو بھی پینے آئیں تھیں۔

پڑھنے کی عینک گم ہوگئی

پونا پور اسٹیشن پر اترتے وقت میرے پڑھنے کی عینک ریل میں رہ گئی۔ اس وجہ سے مجھے بہت فکر ہوا۔ یہاں سردی بہت زیادہ ہے۔ لیکن اپنی بہو اور پوتیاں اور پوتی کو دیکھ کر میرے اندر خوشی نے قدرتی گرمی پیدا کر دی ہے۔ سید سلمان کی نانی بھی یہاں ہیں اور ان کے بیٹے اور بہو بھی یہاں ہیں۔

۲۶ صفر۔ ۶ دسمبر چہار شنبہ پونا پور

آج میں اپنے پوتے کے ساتھ ملنسار نظامی کی دکان پر گیا تھا۔ یہ زیورات کی دکان کرتے ہیں میرے ہادی حضرت غلام نظام الدین صاحب خاکسار مرحوم کے بیٹے ہیں ان کی دکان کے قریب اور بھی بہت سے دہلی والوں کی دکانیں ہیں ان سے بھی ملاقاتیں ہوئیں۔ پھر امداد حسین نظامی فوٹو گرافر کی دکان پر گیا اور رات کو اپنی بہو کے مکان پر آرام سے رہا۔

۲۷ صفر۔ ۷ دسمبر پنجشنبہ پونا پور

آج ملنسار نظامی اور شہاب الدین خاں موٹر ڈرائیور کی عورتیں خواجہ بانو سے ملنے آئی تھیں۔ اور میں بھی شہاب الدین خاں کے مکان پر گیا تھا اور سید بدر الدین نظامی کی سسرال میں بھی گیا تھا اور امام الدین نظامی اور سید امداد حسین نظامی کے مکان پر بھی گیا تھا اور دہلی کے ایک حکیم صاحب کے مکان پر بھی گیا تھا اور انہوں نے مجھے دوائیں بھی دی تھیں۔ اور خالص شہد کی دو بوتلیں بھی دی تھیں۔ اور ہر مکان میں مجھے کچھ کھلایا پلایا بھی گیا تھا اپنے بڑے پوتے سلمان کی معلومات سے مجھے بہت خوشی ہوئی وہ اپنے شہر کی ہر چیز سے واقف ہے۔

۲۸ صفر - ۸ دسمبر جمعہ پونا پور

آج پڑھنے کی عینک تیار ہو گئی - مگر ٹھیک کام نہیں کرتی۔ سید امداد حسین نظامی نے بہت شاندار دعوت کی تھی اور ہم سب کی تصویریں بھی کھینچی تھیں اور ہم سب کے لئے پوستین بھی لائے تھے۔ ان کے بھائی نے بیعت بھی کی۔ میں نے ان کو خلافت بھی دی۔

۲۹ صفر - ۹ دسمبر شنبہ پونا پور

آج رات کو ہم سب پونا پور سے روانہ ہوئے گاڑی ۱۲ بجے رات کو چلی اور مداخلت بیجا سے رات کو بے آرام رہے۔

۳۰ صفر - ۱۰ دسمبر اتوار لاہور

آج صبح ہم سب لاہور پہنچے۔ احباب اور مریدین استقبال کے لئے جمع تھے۔ خواجہ بانو اختیار زبانو نظامی کے مکان پر ٹھہریں اور میں سید رشید احمد صاحب بخاری خزانچی اسٹیٹ بنک پاکستان لاہور کے مکان پر ٹھہرا جو بہت شاندار اور آراستہ مکان ہے۔ بخاری صاحب شمس العلماء مولانا سید احمد صاحب مرحوم امام جامع مسجد دہلی کے فرزند ہیں۔ گزشتہ سفر کے وقت بھی انہوں نے بہت مدارات کی تھی اور واپسی کے وقت اپنے ہاں ٹھہرنے کا وعدہ لے لیا تھا اُن کی اہلیہ میرے دوست خان بہادر محمد سلیمان صاحب چیف انجینیر مشرقی پاکستان کی بیٹی ہیں خان بہادر سلیمان صاحب کے والد بھی اسی مکان میں رہتے ہیں۔ اس مکان کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس کے مکین بہت سلیقہ مند اور انگریزی اور دیسی معاشرت کے ماہر ہیں۔

یکم ربیع اول - ۱۱ دسمبر دوشنبہ لاہور

مستری حبیب خاں نظامی بھی کراچی سے دہلی جانے کا پرمٹ لے کر آئے ہیں۔

اور میرے ساتھ دہلی جائیں گے

ٹینس میچ

انتیاز بانو نظامی کے شوہر مسٹر احمد کھوکھر ٹینس کے بڑے لیڈر ہیں آج کل لاہور میں ٹینس کا بہت بڑا میچ ہو رہا ہے جس میں تمام دنیا کے نامی کھلاڑی حصہ لینے کے لئے آتے ہیں۔ پاکستان کے گورنر جنرل اور گورنر پنجاب بھی آج یہ میچ دیکھنے جائیں گے۔ مجھے بھی احمد کھوکھر صاحب نے ٹینس دیکھنے کے کارڈ بھیجے ہیں۔ پہلے میں نے کل شاہ نظامی کے مکان پر کھانا کھانے گیا۔ اس کے بعد ٹینس میچ دیکھنے گیا۔ میں نئے زمانے کے کسی کھیل سے واقف نہیں ہوں۔ ہاکی کرکٹ۔ ٹینس۔ فٹ بال پر میں نے مضامین تو بہت لکھے ہیں لیکن ان کھیلوں کی خوبی اور خرابی کو بالکل نہیں جانتا۔ آج مجھے گورنر جنرل کے قریب بیٹھنے کی جگہ دی گئی تھی۔ اور میں نے بہت دیر تک اس کھیل کو دیکھا تھا۔ میرے قریب ایک فلاسفر دوست بیٹھے تھے انہوں نے آہستہ سے کہا کھیل بہت خوب ہو رہا ہے اور کئی ملکوں کے کمالات ظاہر ہو رہے ہیں۔ آپ کی کیا رائے ہے؟ میں نے کہا میں تو گیند سے باتیں کر رہا ہوں اور اس سے پوچھتا ہوں کہ تو نے کیا خطا کی ہے جو تجھے یہ دونوں طرف والے مار رہے ہیں؟ ایک رخ والا تجھ پر اپنا دستہ مارتا ہے اور تو بھاگ کر دوسرے رخ جاتی ہے تو وہ بھی تجھ کو مارتا ہے اس کی کیا وجہ ہے اور تجھے ان ہزاروں آدمیوں میں ایک بھی ایسا رحم دل نہیں ملتا جو تجھے مار کھانے سے بچائے۔ حالانکہ ان لوگوں میں انگریز بھی ہیں امریکن بھی ہیں اور یورپ اور ایشیا کے اور اسلامی ملکوں کے سب ہی بڑے بڑے آدمی موجود ہیں۔ مگر حیرت ہے کہ سب تیرے پٹنے اور مار کھانے سے خوش ہوتے ہیں اور تالیاں بجاتے ہیں تو وہ گیند جواب دیتی ہے کہ میرے اندر خود بینی

اور خود پسندی کی ہوا بھری ہوئی ہے۔ اس واسطے میں سب کی مار کھا رہی ہوں اور ان تماشا دیکھنے والوں کو بتا رہی ہوں کہ ہر وہ چیز اور ہر وہ وجود جس کے اندر خود بینی اور خود پسندی اور خود آرائی کی ہوا بھری ہوئی ہو وہ اسی طرح دنیا میں مار کھاتی ہے اور جگہ جگہ ٹھکرائی جاتی ہے اور کوئی اس پر رحم نہیں کرتا۔

ان فلاسفر صاحب نے میری یہ بات سن کر کہا زندگی میں پہلی دفعہ یہ عجیب و غریب بات میں نے سنی۔ میں نے کہا آپ فلاسفر ہیں کائنات کی ہر چیز کو فلسفیانہ نظر سے دیکھتے ہیں۔ یہ آپ کی کسر نفسی ہے جو میری بات کو ایک نئی بات خیال کرتے ہیں۔ میں تو اپنی ناواقفیت اور محدود علمیت کی پردہ پوشی کے لئے یہ باتیں بنا رہا ہوں۔ چونکہ مجھے کھوکھر صاحب نے بڑی ممتاز جگہ بٹھایا ہے اگر وہ مجھ سے کھلاڑیوں کے فن کی نسبت سوال کر بیٹھیں تو مجھے ان کی بیوی امتیاز بانو نظامی کے سامنے شرمندہ ہونا پڑے گا۔ کیونکہ امتیاز بانو ہر ایک سے کہتی رہتی ہیں کہ میرے پیر نئی دنیا اور پرانی دنیا کی ہر چیز کو اور ہر علم و فن کو سب سے زیادہ جانتے ہیں اس لئے میں نے ارادہ کر لیا ہے کہ یہاں تو آپ کے سامنے باتیں بنا کر اپنی ناواقفیت کو چھپا لیا۔ کھوکھر صاحب کے گھر میں جا کر کہوں گا۔ واہ واہ خوب کھیل ہوا۔ میں تم کو اہل حیدر آباد کی زبان میں "نواب ہینس نواز جنگ" کا خطاب دیتا ہوں۔

گورنر جنرل کی ٹی پارٹی

شام کو ہینس میچ کے اراکین اور بیرونی مہمانوں کو اور گورنر جنرل کو لاہور کے شہریوں کی طرف سے ایک ٹی پارٹی دی گئی تھی میری نشست کے قریب بیگم فدا حسین صاحب کمشنر لاہور بھی بیٹھی تھیں۔ خان بہادر میاں عبدالعزیز صاحب فلک پیما وغیرہ اکابر بھی وہاں تھے۔ پارٹی میں صرف چائے کی ایک پیالی اور دو بسکٹ

دیئے گئے۔ میں خوش ہو رہا تھا کہ پاکستان نے خدا کے حکم پر توجہ کی۔ کیونکہ قرآن میں خدا نے فرمایا ہے کہ "کھاؤ اور پیو مگر فضول خرچی نہ کرو۔ کیونکہ فضول خرچی کرنے والے شیطان کے بھائی ہوتے ہیں" میں یہ خیال کر ہی رہا تھا کہ میرے قریب کھڑے ہو کر ایک شخص نے انگریزی میں کہا جس کے سامنے لاؤڈ اسپیکر بھی تھا جس سے میں نے یہ بات سمجھی کہ کمشنر صاحب کی بیوی اب کچھ تقریر کریں گی اس لئے میرے دل میں اور دماغ میں ایک نیا طوفان پیدا ہوا کہ یہاں وہ سب لوگ جمع ہیں جن کی حکومت نے اردو زبان کو سرکاری زبان قرار دیا ہے۔ پھر یہ لوگ انگریزی کیوں بولتے ہیں اور اس کے ساتھ ہی میں نے یہ ارادہ کیا کہ اگر کمشنر صاحب کی بیگم صاحبہ نے انگریزی میں تقریر کی تو میں فوراً کھڑا ہو جاؤں گا اور کہوں گا "آئی ڈونٹ نو انگلش پلیز ٹاک اِن اردو" پھر خیال آیا کہ اگر بیگم صاحبہ نے کہا "ویل اگر تم انگریزی نہیں جانتے تو پھر یہ کیا زبان بول رہے ہو" تو میں جواب میں کہوں گا میں نے سنتے سنتے کچھ الفاظ یاد کر لئے ہیں۔

بہرحال میں یہ خیال کرتا ہی رہ گیا اور بیگم صاحبہ نے کھڑے ہو کر نہایت فصیح و بلیغ و رشستہ و شایستہ اردو زبان میں تقریر کی اور کہا ہم نے اس پارٹی کے لئے پچیس ہزار روپے جمع کئے تھے اور ہم چاہتے تھے کہ اس پارٹی میں کھانے کی اتنی چیزیں جمع کریں جو پاکستان کی شایان شان ہوں۔ مگر ہم نے صرف چائے کی ایک پیالی اور دو بسکٹ دیئے اور بچا ہوا روپیہ ان لوگوں کے لئے رکھ دیا جو گزشتہ سیلاب کی مصیبت کے سبب تباہ و پریشان ہو گئے ہیں۔

بے اختیار میری زبان پر یہ الفاظ آئے زندہ باد مسلمان زندہ باد پاکستان زندہ باد بیگم فدا حسین کمشنر لاہور۔

اور اس خوشی میں میں نے بیگم صاحبہ سے یہ بھی کہا کہ کل میں آپ کے مکان پر ملنے آؤں گا

چائے نوشی کے بعد گورنر جنرل صاحب سب حاضرین کے پاس جا کر ملے میرے پاس آئے تو فرمایا۔ آج شام کو ساڑھے سات بجے مجھ سے ملنے آئیے۔ چنانچہ میں شام کو گورنر پنجاب کے مکان پر ان سے ملنے گیا اور آدھ گھنٹے تک ان سے باتیں کیں۔

۳ ربیع اول۔ ۱۲ دسمبر سنیچر لاہور

آج صبح خان بہادر میاں عبدالعزیز صاحب ملک پیما کے مکان پر ان سے ملنے گیا تھا۔ ان کے بیوی بچوں سے بھی ملاقات ہوئی۔ شام تک بہ کثرت ملنے والے آتے رہے۔

ڈنر پارٹی

آج رات کو گورنر صاحب پنجاب نے گورنر جنرل اور ٹینس کھلاڑیوں کو اور دوسرے ممتاز لوگوں کو ایک بڑی ڈنر پارٹی دی تھی۔ جہاں بہت سے قدیمی دوستوں سے ملاقاتیں ہوئیں۔ میاں سر عبدالحمید صاحب سابق وزیر اعظم کپورتھلہ سے بھی مدت کے بعد ملنا ہوا۔ مولوی محبوب عالم صاحب مرحوم ایڈیٹر پیسہ اخبار لاہور کی صاحبزادی صاحبہ فاطمہ بیگم بھی ملیں جو آج کل ایک زنانہ رسالہ شائع کرتی ہیں۔ میں نے ان سے کہا آپ کے والد سے میں نے اخبار نویسی سیکھی تھی اس لئے میں دفتر پیسہ اخبار میں ضرور آؤں گا۔ کھانا شروع ہوا تو نئے زمانے کے موافق یعنی ایک میز پر کھانا لگا دیا تھا اور سب نے اپنے ہاتھوں سے اپنی اپنی پسند کا کھانا خالی رکابیوں میں نکال کر کھڑے کھڑے کھانا شروع کر دیا مجھے یہ رواج بہت ہی ناپسند ہے۔ اگرچہ اس میں میزبان کے لئے بہت آسانی ہے کہ کھلانے والے نوکروں کا اور زیادہ کرسیوں کا انتظام نہیں کرنا پڑتا۔ مگر میں اس کو تمیزداری اور اطمینان قلب کے خلاف سمجھتا ہوں۔ وہ نیز نشست

کراچی نے بھی جب مجھے اپنے مکان پر ایک بڑی ڈنر پارٹی دی تھی اور وہاں بھی سب نے کھڑے کھڑے کھانا کھایا تھا تو وہاں بھی میں ایک کرسی پر بیٹھا رہا تھا اور وہیں کھانا منگا کر بیٹھے بیٹھے کھایا تھا آج یہاں بھی میاں سر عبدالحمید صاحب سے گوشت سے محفوظ سبزیاں منگائیں اور کرسی پر بیٹھے بیٹھے کھا لیں۔ اس بڑے کمرے کے قریب ایک چھوٹا کمرہ بھی تھا۔ جو خالی تھا اور وہاں آتش دانوں میں آگ جل رہی تھی اس لئے میں دعوت طعام کے میدان جنگ سے پیٹھ پھیر کر بھاگا اور خالی کمرے میں آگ کے سامنے آ کر بیٹھ گیا۔ لکڑیاں جل رہی تھیں۔ اور شعلے حال کھیل رہے تھے۔ میں نے اپنے جنون دماغی کے موافق ان شعلوں سے کہنا شروع کیا "تم قال ہو۔ تم حال ہو۔ تم نور ہو۔ تم نار ہو۔ تم آتش پرستوں کے قبلہ ہو۔ اور مجھ سردی میں اکڑنے والے کے لئے یار ہم آغوش ہو۔ میں بھی خود فراموش ہوں۔ اور تم بھی خود فراموش ہو۔ میں بھی اپنے اندر بھڑکتی آگ دیکھ رہا ہوں۔ تم بھی بھڑکتی آگ کی موجیں ہو۔"

یہ مجذوبانہ باتیں چپکے چپکے کر رہا تھا۔ یکایک عبدالرب صاحب نشتر گورنر پنجاب ایک نوجوان لڑکے کے ساتھ اکیلے میرے پاس آئے۔ میں تعظیم کے لئے کھڑا ہو گیا گورنر صاحب نے کہا۔ ان سے ملئے یہ میرے لڑکے ہیں۔ اور آپ یہاں کیوں بیٹھے ہیں کھانا کیوں نہیں کھایا۔ میں نے کہا میں نے شکم سیر ہو کر کھانا کھا لیا۔ اب یہاں سردی سے بچنے کے لئے آگ کے پاس آن بیٹھا ہوں۔ ان کے لڑکے کی پیشانی کو دیکھا خوش نصیبی اور خوش اقبالی کے کئی ستارے اس پر چمک رہے تھے۔

کھانے کے بعد سب مہمان اسی کمرے میں آ گئے اور وہاں گورنر جنرل نے سب سے ملاقاتیں کیں۔ جب میرے پاس آئے تو میں نے کہا حضرت مولانا محی الدین ابن عربی نے آج سے آٹھ سو برس پہلے اپنی کتاب فتوحات مکیہ میں لکھا تھا کہ کل جہان کا انتظام خدا کی طرف سے قطب عالم کرتے ہیں اور ہر ملک میں ایک ناظم الدنیا والدین مقرر کرتے ہیں

اور دو ان کے وزیر ہوتے ہیں ایک عبدالملک۔ دوسرے عبدالرب۔ اب اس وقت یہاں ناظم الدنیا والدین بھی موجود ہیں اور عبدالرب بھی موجود ہیں عبدالملک کہاں ہیں؟ اس پر تھوڑی دیر کے لئے شگفتگی ہو گئی۔ اور میں اپنے قدیمی دوست سید احمد حسن صاحب کمشنر انکم ٹیکس پنجاب وصوبہ سرحد کے ساتھ ان کی موٹر میں بخاری صاحب کے گھر پر آگیا۔

سید احمد حسن صاحب کے والدین مجھ سے بہت محبت رکھتے تھے اور اُن کے والد نے میرے درویش خانے کے پاس فاطمہ منزل نام کا ایک مکان بھی بنوایا تھا اس واسطے آج گورنر جنرل کی دعوت میں سب سے زیادہ لذیذ اور سب سے زیادہ سلونی اور سب سے زیادہ شیریں سید احمد حسن صاحب کی ملاقات تھی۔

۳ ربیع اول۔ ۱۳ دسمبر چہارشنبہ لاہور

محمد حنیف و اسمٰعیل

گزشتہ سفر پاکستان کے وقت بھی محمد حنیف اور محمد اسمٰعیل ملنے آئے تھے اور اس سفر میں بھی میرے آتے ہی وہ دونوں آئے تھے۔ محمد اسمٰعیل خاں بہادر بابو ابراہیم حسن نظامی مرحوم کے بیٹے ہیں اور محمد حنیف خاں بہادر مرحوم کے داماد ہیں۔ خان بہادر ابراہیم حسن نظامی سیکڑی ضلع گورداسپور پنجاب کے رہنے والے تھے اور برما میں ٹھیکے داری کرتے تھے۔ وہاں بھی انہوں نے بہت سی مسجدیں بنائیں اور دوسرے نیک کاموں میں لاکھوں روپے خرچ کئے اور اپنے ملک میں بھی اسکول جاری کیا اور دوسرے بہت سے نیک کام کئے۔ میرے مریدوں میں ایک مثال بھی بابو ابراہیم مرحوم کی سی نہیں ہے۔ انہوں نے ساری عمر میری اتنی زیادہ خدمت کی کہ کسی مرید نے نہیں کی۔ جب میں برما جاتا تھا تو وہ مجھے معقول

نذروں کے علاوہ میرے نوکروں اور رفیقوں کو بھی ہزاروں روپے دیتے تھے اور جہاں تک مجھے معلوم ہے روزانہ کم ازکم ایک ہزار روپے اہل ضرورت کو تقسیم کیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ دہلی سے میں نے ان کو لکھا۔ میں ہفت روزہ انگریزی اخبار "دو ہینگ مسلم" جاری کرنا چاہتا ہوں۔ بارہ ہزار روپے کی ضرورت ہے۔ انہوں نے فوراً بارہ ہزار روپے بذریعہ تار نیشنل بنک دہلی کو میرے حساب میں بھیج دیئے۔

اور پھر جب ۱۹۲۸ء میں مجھ پر قاتلانہ حملہ ہوا تو انہوں نے برما سے ایک انجنیر کو بھیجا اور اس کو پچاس ہزار روپے دیئے کہ دہلی جاکر میرے پیر کا ایسا مکان بنادو کہ آئندہ کوئی شریر ان پر حملہ نہ کرسکے۔ چنانچہ جس مکان میں آج کل رہتا ہوں وہ انہی مرحوم کی طرف سے بنایا گیا تھا۔ اور میں ہمیشہ اپنے بچوں کے ساتھ مرحوم کی روح کو ایصال ثواب کرتا رہتا ہوں اور ان کے بیوی بچوں کے لئے دعائے خیر کرتا رہتا ہوں۔ گزشتہ سفر کے وقت بھی میں مرحوم کے داماد اور لڑکے کی قیام گاہ لاہور میں گیا تھا جو ماڈل ٹاؤن میں ہے۔ اور اس سفر میں بھی خواجہ بانو کے ساتھ ان کے گھر میں گیا تھا۔

کشفی شاہ نظامی

خان بہادر مرحوم کے تجارتی کاروبار برما کے منتظم سید محمد رشید کشفی شاہ نظامی کو میرے خلیفہ ہیں اور گزشتہ تبلیغ و شدھی کی لڑائی میں چھ برس تک لگاتار میری امداد کرتے رہے تھے۔ اور قرآن مجید کے ہندی ترجمے میں بھی انہوں نے بہت مدد دی تھی۔ گزشتہ سفر پاکستان کے وقت ان سے ملاقات نہیں ہوئی تھی مگر اس سفر کے وقت وہ اور ان کے دونوں لڑکے مجھ سے ملنے آتے تھے اور مسلسل کئی دن روزانہ ملنے آتے رہے وہ حضرت غوث الاعظمؓ کی اولاد ہیں اور میں نے ان کے مکاشفات کی بنیاد پر ان کو کشفی شاہ خطاب دیا تھا۔ اور ایک مکان بھی

کشفی منزل کے نام سے اپنے لڑکے علی کے مکان علی محل کے قریب بنوادیا تھا۔
جو اب تک موجود ہے۔

آج رات کو بخاری صاحب نے اپنے مکان پر مجھ سے ملانے کے لئے دس بارہ اشخاص کو مدعو کیا تھا۔ میرے دل پر اس دعوت کا بہت زیادہ اثر اس لئے ہوا کہ اس دعوت میں دہلی کے خاص خاص ممتاز آدمی جمع ہوئے تھے۔ چونکہ میرا احساس بہت جلدی مسرور اور مغموم ہوجاتا ہے اور دعوت میں ایسے لوگ جمع ہوئے تھے جن کا ملنا میرے لئے باعث مسرت بھی تھا اور ان کے دیکھنے سے میرے احساس کو صدمہ بھی ہوا۔ کیونکہ ان میں اکثر دہلی میں بہت خوش حالی کی زندگی بسر کرتے تھے۔ اور یہاں ان کو وہ خوش حالی میسر نہیں ہے۔

دہلی میں نواب عزیز احمد خاں صاحب میرے خاص دوستوں میں سے تھے۔ اور دہلی کچہری میں سب رجسٹرار تھے۔ اور ان کے والد نواب فیض احمد خاں صاحب بڑے ذی علم اور ذی فہم اور صاحب جائداد شخص تھے۔ حکیم اجمل خاں صاحب ان کے مکان پر خود آیا کرتے تھے۔ شمس العلما مولانا سید احمد صاحب امام جامع مسجد دہلی اور نواب غلام محمد حسن خاں صاحب اور مولانا عبدالاحد صاحب مالک مطبع مجتبائی دہلی وغیرہ دہلی کے بڑے بڑے لوگ نواب فیض احمد خاں صاحب کے گھر پر جانا اور ان کی مجلس میں شریک ہونا اپنے لئے ذریعۂ امتیاز سمجھتے تھے۔ اور جب حضرت مولانا سید اکبر حسین صاحب اکبر الہ آبادی دہلی میں آئے اور حکیم اجمل خاں صاحب نے بڑی بڑی پارٹیاں ان کو دیں۔ اس وقت ایک پارٹی نواب فیض احمد خاں صاحب کے گھر پر بھی ہوئی تھی جس میں میں بھی شریک تھا اور وہ پارٹی اور اس کی بات چیت اب تک میرے ذہن اور دماغ میں نقش ہے کیونکہ اس میں بہادر شاہ بادشاہ کے وقت کی باتیں بھی ہوئی تھیں اور مسلمانوں کی

گزشتہ تہذیب کی کہانیاں بھی سنائی گئی تھیں اور حضرت اکبر پر اس دعوت کا اتنا اثر ہوا تھا کہ الہ آباد جانے کے بعد مدتوں ان کے خطوں میں اس رات کا ذکر درج ہوتا رہا تھا اور حضرت اکبر نے مجھ سے کئی بار الہ آباد میں کہا تھا کہ نواب فیض احمد خاں کو میں نے پرانی تہذیب کی ہر نعمت سے بھرپور پایا۔ وہ کامل درویش معلوم ہوتے ہیں۔ پھر انہوں نے پوچھا کہ وہ کس کے مرید ہیں تو میں نے کہا فاضل پور ضلع گوڑگانوہ میں حضرت منور علی شاہ صاحب چشتی نظامی رحؒ ایک بزرگ رہتے تھے۔ نواب صاحب کو ان سے بیعت ہے۔ اور منور علی شاہ صاحبؒ حضرت شاہ سلیمان صاحب تونسویؒ کے خلیفہ تھے۔ اور نواب فیض احمد خاں صاحب نے اپنے پیر کی وفات کے بعد مزار پر ایک کتبہ بھی لگایا تھا۔ اور

"منور علی شاہ سلطان جنت"

سے تاریخ نکالی تھی۔ میں بھی ہر سال فاضل پور کے عرس میں جایا کرتا تھا۔

آج نواب عزیز احمد خاں صاحب بھی رات کی دعوت میں شریک تھے اور دن کو سن چکا تھا کہ وہ لاہور میں ایک بہت ہی معمولی مکان میں رہتے ہیں جوان کے بڑے بڑے مسلمانوں سے بھی چھپا ہے اس لئے جب میں دہلی کی پرانی صورتوں کو یہاں دیکھتا تھا تو مجھے دہلی کی پرانی یاد ستاتی تھی۔ اور میرا دل اندر ہی اندر آنسو بہاتا تھا۔

بخاری صاحب

سید رشید احمد بخاری کا رنگ گورا ہے۔ چہرہ کتابی ہے فلسفیانہ ہے ان کے چہرے پر تبسم ان کی خوشدلی کو ظاہر کرتا رہتا ہے۔ خدا نے ان کو اولاد بھی بہت لائق دی ہے ان کے والد شمس العلماء مولانا سید احمد صاحب مجھ پر بہت عنایت

کرتے تھے۔ اور چونکہ انگریزوں سے ان کے تعلقات زیادہ تھے۔ اس لئے علی برادران وغیرہ سیاسی لیڈران کے خلاف رہتے تھے اور میں امام صاحب کی اپنے اخبار میں حمایت کیا کرتا تھا کیونکہ امام صاحب دہلی کے ضرورتمند مسلمانوں کی بہت زیادہ مدد کرتے تھے جس سے سیاسی لیڈر محروم تھے ایک دفعہ امام صاحب مجھے بھی وائسرائے کے پاس لے گئے۔ وائسرائے نے پیغام بھجوایا کہ جو کچھ کہنا ہے میرے پرائیویٹ سکرٹری سے کہہ دو۔ چنانچہ ہم دونوں پرائیویٹ سکرٹری کے پاس گئے۔ مجھے یاد نہیں ہے کہ معاملہ کیا تھا مگر اتنا یاد ہے کہ جب وائسرائے کے سکرٹری نے کہا کہ علی برادران نے کبھی اس بات کو گورنمنٹ کے سامنے پیش نہیں کیا تو امام صاحب نے ترش رو ہو کر جواب دیا۔ وہ ہندوؤں کے لیڈر ہیں اور میں مسلمانوں کا لاٹ پادری ہوں۔ سکرٹری نے ہنس کر کہا۔ کیا مسلمانوں میں بھی لاٹ پادری ہوتے ہیں۔ امام صاحب نے کہا آپ انجان ہیں آپ کو سمجھانے کے لئے یہ لفظ بولا۔ مجھے کہنا یہ ہے کہ میں ان کی شاہی مسجد کا امام ہوں وہ شاہی مسجد جس میں آپ نے غدر ۱۸۵۷ء کے بعد گھوڑے باندھے تھے۔ اور میرے باپ نے اس مسجد کو آزاد کرایا تھا اس لئے میں زور دے کر کہتا ہوں کہ آپ کو مسلمانوں کا یہ کام کرنا پڑے گا۔ سکرٹری نے جواب دیا۔ سرکاری قانون کے خلاف میں کوئی کام نہیں کر سکتا اور آپ کی یہ بات قانون کے خلاف ہے۔ امام صاحب نے خفا ہو کر کہا یہ باتیں کانگریس والوں سے کرنا میں تو زبردستی آپ سے حکم لکھواؤں گا۔ یہ کہہ کر کاغذ ان کے سامنے رکھ دیا اور سکرٹری کا ہاتھ پکڑ کر کہا لکھئے ابھی لکھئے ورنہ میں وائسرائے کے پاس جا کر غل مچاؤں گا۔ سکرٹری ہنسا اور اس نے امام صاحب کے حسب منشا لکھ دیا۔

سید رشید احمد بخاری کے والد مرحوم میں حلوا سوہن بناتے تھے اور اپنے

سب دوستوں کو گھر میں بلا کر کھلاتے تھے ۔ مجھے بھی سردی میں حلوا سوہن اور برسات میں آم کھلایا کرتے تھے ۔

جب میری مولانا محمد علی مرحوم سے اخباری لڑائی شروع ہوئی تو انہوں نے ازراہ ہمدردی کئی بار مجھ سے کہا کہ مولانا محمد علی کی طاقت بہت بڑی ہے میرے سامنے انہوں نے حکیم اجمل خاں صاحب سے کہا تھا کہ خواجہ حسن نظامی کی خواجگی کو آٹھ دن میں ختم کر دوں گا ۔ میں نے کہا جناب امام صاحب اگر میری خواجگی اتنی کمزور ہے جو آٹھ دن میں ختم ہو جائے تو اس کو ختم ہو جانا چاہیئے ۔ میں نے ان پر حملہ نہیں کیا ۔ خود انہوں نے مجھ پر حملہ کیا ہے اور ہندوستان کے ہر صوبے میں اپنے اخباروں سے مجھ پر حملہ کرایا ہے اس لیئے اگر میں ہار جاؤں تو میری سبکی نہیں ہوگی اور اگر وہ ہار جائیں تو ان کا وزن بہت زیادہ ہلکا ہو جائے گا ۔

سید رشید احمد صاحب بخاری انقلاب سے پہلے مختلف شہروں میں سرکاری عہدہ دار رہے تھے ۔ مگر بینک کا کام کبھی نہیں کیا تھا اور مجھے حیرت ہے کہ وہ کیوں کر پاکستان اسٹیٹ بینک کی خزانہ داری کر سکتے ہیں ۔

آج کی دعوت میں مرزا الٰہی بخش صاحب کے نواسے مرزا خیرالدین خورشید جاہ بھی شریک تھے وہ اور ان کی والدہ روزانہ بخاری صاحب کے ہاں مجھ سے ملنے آیا کرتے ہیں وہ جب میرے ہاں درگاہ میں آتے تھے تو موٹر سے اترتے ہی ننگے پاؤں ہو جاتے تھے اور کہتے تھے میرے خاندان کے بادشاہ بھی یہاں ننگے پاؤں آتے تھے ۔

۴ ربیع اول ۔ ۳۰ دسمبر پنجشنبہ لاہور

آج تیموری صاحب دہلوی کے ساتھ مسٹر لوپری ڈپٹی ہائی کمشنر ہندوستان کے دفتر میں گیا تھا اور اپنے پرمٹ میں ۱۳ دسمبر تک کی توسیع کرائی تھی ۔ میں نے ۲۵ دسمبر تک کی توسیع چاہی تھی ۔ مگر مسٹر لوپری نے ازراہ عنایت ۱۳ تک کی

توسیع کر دی میرے بھتیجے سید نظام علی اور ان کے لڑکے سید کاظم علی بھی سات مہینے سے پرمٹ حاصل کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ پوری صاحب نے میری سفارش سے ان کو بھی دہلی جانے کا پرمٹ دے دیا۔

آج رات کو میرے بہت قدیمی رفیق اور آگرے اور دہلی کے نامور طبیب اور ادیب و قلم کار اور شاعر حکیم محمود علی خاں صاحب ماہر نے اپنے مکان پر دعوت کی تھی۔ میں نے کہا حکیم صاحب میری صحت کو مدنظر رکھ کر کھانا پکوائیے گا مگر وہاں گیا تو مرغیوں اور ان کے انڈوں کا ہجوم بڑی بڑی قابوں میں سامنے آگیا۔ میرے پرانے دوست شریف منقی صاحب بھی شریک دعوت تھے۔ حکیم صاحب کے بچے بھی ملے اور مجھے پچھلا زمانہ یاد آگیا۔

۵ ربیع اول - ۱۵ دسمبر جمعہ لاہور

بخاری صاحب کے ایوان والا شان میں صبح سے شام تک اور شام آدھی رات تک ملاقاتیوں کا ہجوم رہتا ہے۔ صبح بخاری بیگم صاحبہ مکلف ناشتہ بھیجتی ہیں۔ اور توکل شاہ نظامی اور بابا تاج دین مخلص شاہ نظامی بھی بہت سا ناشتہ پکا کر کے آتے ہیں اور بابا تاج دین نظامی کی موٹر بھی صبح سے رات تک میرے ساتھ رہتی ہے۔ آج رات کو بابا تاج دین نظامی نے اپنے مکان پر شاندار دعوت کی تھی کہ اردو کرزن کا ٹھاٹ معلوم ہوتا تھا۔ میز کی آرائش بالکل انگریزی طرز کی تھی اور کھانے اور ناشتہ دیسی طرز کے تھے۔ بابا تاج دین کے ہاں موٹروں کی مرمت کا کام ہوتا ہے۔ یہ ابھی حال میں مرید ہوئے ہیں۔ بابا توکل شاہ کے رفیق دہر ناتھن کی لڑکی بہت چھوٹی عمر کی ہے لیکن اس کی عقیدت بڑی عمر والوں سے زیادہ ہے۔ توکل شاہ ہر وقت اس کو ساتھ رکھتے ہیں۔ اس لڑکی کے باپ غریب آدمی ہیں مگر روزانہ میرے لئے اچھے اچھے کھانے پکا کر لاتے ہیں۔ ہر چند روکتا ہوں مگر نہیں مانتے۔ سچ فرمایا ہے۔

رسول خدا صلعم نے۔ "اسلام غریبوں سے شروع ہوا تھا اور پھر غریبوں میں آجائے گا"

۱۴ ربیع اول - ۱۶ دسمبر شنبہ لاہور

موسے جی نظامی کے ہاں دعوت

آج رات کو میرے بہت مخلص مرید موسے جی نظامی نے اپنے مکان پر شام دعوت کی تھی اور خیر مقدم کا ایڈریس بھی پڑھا تھا اور میں نے اس کا جواب بھی دیا تھا۔ مولانا شوکت صاحب تھانوی اور دوسرے چند نامور شعرا کی غزل خوانی بھی ہوئی تھی۔ موسے جی نظامی باٹا کمپنی میں ملازم ہیں۔ گذشتہ سفر کے وقت یہ مجھ کو باٹا کمپنی میں بھی لے گئے تھے اور وہاں یورپین افسروں کے ساتھ میری تصویریں لی گئی تھیں۔ امیرالدین صاحب قدوائی اکثر ملنے آتے ہیں۔ یہ قدیم و جدید علوم کی مہارت کے علاوہ کمالات باطن میں بھی برگزیدہ و ممتاز ہیں۔ کل میں نے ان کی نسبت استخارہ کیا تھا اور اس سے مجھے ایسی باتیں معلوم ہوئیں جو اپنے دوسرے ملنے والوں کی نسبت پہلے کبھی معلوم نہیں ہوئی تھیں۔ آج میں خواجہ بانو کے ساتھ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر بھی حاضر ہوا تھا۔

۱۵ ربیع اول - ۱۷ دسمبر اتوار لاہور

آج اپنے پرانے دوست مولوی حمید الظفر صاحب پرمٹ افیسر کے مکان پر کھانا کھانے گیا تھا۔ جہاں بہت سے اہل علم اور ممتاز اصحاب سے ملاقات ہوئی تھی۔ عبدالمالک صاحب نظامی ایڈیٹر روزانہ اخبار مجاہد کے مکان پر بھی خواجہ بانو کے ساتھ گیا تھا۔ اور نواب خواجہ محمد شفیع صاحب دہلوی کے مکان پر بھی خواجہ بانو کے ساتھ گیا تھا۔

رات کو سید جعفری صاحب ڈپٹی کمشنر لاہور نے مجھے ڈنر پارٹی دی تھی جہاں بہت سے ممتاز اصحاب جمع ہوئے تھے۔ ملتان کے ڈپٹی کمشنر اور میرے دوست

مسٹر ایس ایم رشید بھی شریک طعام تھے۔ جعفری صاحب کے چھوٹے بھائی سید زبیر جعفری نے اپنا کلام بھی سنایا تھا جو بہت ہی اچھا تھا اور ان کے پڑھنے کا طریقہ بھی ایسا تھا کہ سب حاضرین متاثر ہوئے تھے شہنشاہ ایران کی آمد لاہور کے وقت جو اعلیٰ انتظام سید سعید جعفری نے کیا تھا وہ ان کی کم عمری کے لحاظ سے ایسا انتظام تھا کہ نہ گزشتہ تاریخ میں اس کی مثال ملتی ہے۔ نہ بھارت و پاکستان کی موجودہ حکومتوں میں اس کی نظیر سننے میں آئی ہے۔ لاہور کا ہر شخص سید سعید جعفری کی انتظامی قابلیت کی اتنی زیادہ تعریف کرتا تھا کہ مجھے حیرت ہوتی تھی کہ ایسے انقلابی زمانے میں جب کہ عوام افسران حکومت کی ہر اچھی بری بات کی مخالفت کیا کرتے ہیں۔ سید سعید جعفری کی ایک شخص بھی مخالفت نہیں کرتا اور ہر شخص ان کی تعریف کرتا ہے۔

۸ ربیع اول - ۱۸ دسمبر دوشنبہ لاہور

آج صبح سید بدرالدین نظامی کی والدہ اور بیوی نے ہم سب کو نہاری کی دعوت دی تھی۔ سید بدرالدین نظامی کی والدہ بڑی بیگم میری بھاوج ہیں اور سید بدرالدین نظامی پہلے سفر میں بھی اور اس دوسرے سفر میں بھی ہر وقت میری رفاقت کرتے رہتے تھے اور کرتے رہتے ہیں۔ خواجہ بانو چار روز بڑی بیگم کے ہاں بھی مہمان رہی تھیں اور اب زیادہ نظامی کے ہاں رہتی ہیں۔

ایمن آباد ضلع گوجرانوالہ میں میرے خاندان کے کچھ لوگ بحیثیت مہاجر کے رہتے ہیں۔ آج وہ سب مجھ سے ملنے آئے تھے۔ سید صمصام الدین صاحب اور سید رضی الدین جاہ اور سید نظام علی سب ایک ہی جگہ رہتے ہیں اور لاہور میں اپنے کسی مقدمے کی پیروی کے لئے آئے ہوئے ہیں۔

۹ ربیع اول - ۱۹ دسمبر سہ شنبہ لاہور

آج میں خواجہ بانو کے ساتھ مسٹر سبطین فضلی کے مکان پر کھانا کھانے گیا تھا۔ جہاں ملک حبیب احمد اہل کار پاکستان ریڈیو کی اہلیہ اور مسٹر کاردار مشہور فلم کمپنی والے کی بہن وغیرہ خواتین بھی تھیں۔ خواجہ بانو نے عورتوں کے ساتھ کھانا کھایا اور میں نے باہر مردانے میں کھانا کھایا۔ جہاں سبطین فضلی صاحب نے متعدد احباب کو جمع کیا تھا۔ فضلی صاحب کے بڑے بھائی نے کلکتے میں آخری مشاعرہ فلم تیار کیا تھا۔ اور میں نے بھی اس فلم میں نظیر اکبر آبادی کا پارٹ ادا کیا تھا۔ مگر انگریزی حکومت نے بہادر شاہ کا ذکر آنے کے سبب اس فلم کی اجازت نہیں دی تھی۔

آج کل صبح کی نماز کے بعد نرگل شاہ نظامی اور ان کے ساتھی اور تاج دین نظامی اور پاکس، ولی محمد حسین دینی نظامی اور سید مبارک علی شاہ نظامی وغیرہ ملنے آجاتے ہیں۔ اور اس کے بعد میں کچھ دیر کے لئے لاہور کے دوستوں سے ملنے جاتا ہوں۔

۱۰ ربیع اول - ۲۰ دسمبر چہارشنبہ لاہور

خواجہ فضل احمد خاں صاحب شیدا دہلی وغیرہ اصحاب بھی اکثر ملنے آتے رہتے ہیں۔ آج رات کو سہارنپور کے قاضی صاحب نے ہم سب کو اور بخاری صاحب اور ان کے اہل و عیال کو کھانے اور قوالی کی دعوت دی تھی اور وہاں گولڑے شریف کے سجادہ نشین حضرت صاحب زادے غلام محی الدین صاحب بھی تشریف لائے تھے اور انہی کے خاص قوالوں کا گانا ہوا تھا۔ اور بہت پر اثر مجلس تھی۔ باوجود سردی کی شدت کے حاضرین بھی بہت زیادہ تھے۔

آج ہم سب نے ارادہ کیا کہ کل دہلی واپس چلے جائیں۔ دو موٹروں کے پرمٹ حاصل کئے گئے ہیں۔ ایک مسٹر احمد کھوکھر کی موٹر کا اور دوسرا بابا تاج دین مخلص شاہ نظامی کی موٹر کا۔ آج رات کو سردی نا قابل برداشت تھی۔ چھت کی ٹنکی کا پانی بھی جم گیا تھا۔

۱۱ ربیع اول - ۲۱ دسمبر پنجشنبہ لاہور

آج ہم سب دو موٹروں میں لاہور سے رخصت ہوئے - پاکستان کی سرحد پر پہنچے تو معلوم ہوا کہ مجھے انکم ٹیکس کا سرٹیفکیٹ حاصل کرنا چاہیئے تھا اس لیئے میں نے لاہور ٹیلی فون کیا انکم ٹیکس افیسر نے اجازت دے دی ہے - دوسری مشکل یہ پیش آئی کہ واپسی کے پرمٹ پر عورتوں کی تصویریں نہیں تھیں - اس لیئے ہم سب کو سرحد سے لاہور سے واپس کر دیا گیا مجھے عورتوں کی تصویر کی شرط پر بہت سخت اعتراض تھا اور میں اس کو پردے کے حامی لوگوں کی توہین سمجھتا تھا - لیکن مجبوراً لاہور واپس جا کر عورتوں تصویریں کھچوائیں - مریدوں اور دوستوں کو بھی بھارت کے اس نئے دل آزار قانون پر سخت اعتراض تھا - واپسی کے بعد خواجہ بانو بھی بخاری صاحب کے ہاں میرے ساتھ آکر ٹھہر گئی اگرچہ امتیاز یا تو نظامی کا اصرار تھا کہ وہ ان ہی کے پاس ٹھہریں - رات کے بارہ بجے تک واپسی کی خبر سن کر دوست و مرید ملنے آتے رہتے -

۱۲ ربیع اول ۲۲ دسمبر جمعہ لاہور

آج لاہور میں عید میلاد کی بڑی دھوم دھام ہے - میں بھی کئی جگہ جلسوں کی شرکت کے لئے گیا تھا - آج شام کو دفتر پیسہ اخبار میں فاطمہ بیگم صاحبہ کی دعوت میں شریک ہوا تھا - اور انیس الرحمان نظامی دہلوی کے مکان پر ان کے بیوی بچوں سے ملنے گیا تھا اور اپنے پرانے دوست حکیم احمد شجاع صاحب سے بھی ان کے مکان پر ملنے گیا تھا - انہوں نے قرآن مجید کا بہت اچھا اردو ترجمہ کیا ہے اور وہ میرے بہت پرانے ملنے والے ہیں -

آج گورنر صاحب سے بھی ملاقات ہوئی تھی - مرزا اخترالدین خورشید جاہ صاحب کے والد صاحب کا بغیر کسی بیماری کے یکایک انتقال ہو گیا میں بھی جنازے کی شرکت کے لئے گیا تھا -

۱۳ر ربیع اول - ۲۳ر دسمبر شنبہ لاہور

آج سردار ولبھ بھائی پٹیل کے ماتمی جلسے میں گیا تھا۔ مسٹر لوہاری کی تقریر کے بعد میں نے بھی سردار پٹیل کی نسبت تقریر کی تھی۔ چونکہ کل کی روانگی مقرر ہوئی ہے اس واسطے آج دن کو اور رات کو بہت زیادہ مصروفیت رہی۔

خان بہادر سر مراتب علی شاہ صاحب کے ہاں سب کے ساتھ کھانا کھانے بھی گیا تھا اور انہوں نے ہماری قرآن مجید کی امداد کے لئے ایک معقول رقم بھی دی تھی۔ وہ بہت مخیر مسلمان ہیں۔ نیک کاموں میں ہمیشہ حصہ لیتے ہیں۔ کاروبار کے لحاظ سے وہ بہت برگزیدہ مسلمان ہیں۔ یعنی ہر قسم کے تجارتی کاموں میں ان کا تجربہ سب سے برتر اور برگزیدہ مانا جاتا ہے۔ ان کے صاحبزادے امجد علی شاہ صاحب ہز ہائی نس سر آغا خاں کی رفاقت میں کام کر چکے ہیں اور مجھ سے بھی ان کے بہت زیادہ تعلقات رہے ہیں۔

۱۴ر ربیع اول - ۲۴ر دسمبر اتوار لاہور

آج ہم سب لاہور سے روانہ ہوئے۔ مستری حبیب خاں نظامی اور سید نظام علی نظامی اور سید مظہر علی نظامی بھی ہمارے ساتھ چلے ہیں۔ پاکستان کی سرحد پر بہت اچھا برتاؤ رہا۔ ہندوستان کی سرحد پر برتاؤ برا نہیں ہوا۔ مگر عورتوں کی تصویریں ملانے کے لئے کہا گیا کہ عورتوں کو چہرہ دکھانا ہوگا۔ مجھے اس پر سخت اعتراض تھا لیکن مجبوراً اس کی تعمیل کرنی پڑی اور چار بجے امرتسر پہنچ گئے اور رات کو دس بجے فرسٹ کلاس کے درجے میں سوار ہو کر دہلی کی طرف روانہ ہوئے اور صبح پانچ بجے دہلی پہنچ گئے۔ حسن ابوطالب اور مہدی اور محمد یونس اور سید ظہور حسن نظامی وغیرہ ریل پر لینے آئے تھے۔ خدا کا شکر ہے ۴ر نومبر سے ۲۵ر دسمبر تک کا یہ سفر خیر و خوبی سے ختم ہو گیا۔ اور گھر میں آنے کے بعد درگاہ شریف میں حاضری دی اور ماں باپ اور صادق شہید کے مزارات پر بھی فاتحہ خوانی کے لئے گیا اور ہر جگہ دعا مانگی کہ خدا اس پرمٹ کی مصیبت کو دور کر دے۔

پاکستان کے دو سفرنامے

۱۹۰۸ء میں میری پہلی بیوی حبیب بانو مرحومہ زندہ تھیں۔ اور اس وقت میں نے بمبئی اور کاٹھیاواڑ کا سفرنامہ روزنامچے کی صورت میں شائع کیا تھا مگر سفرنامے کا نام ہندوستان کا سفرنامہ رکھا تھا۔ اس سفرنامے کی روح سومنات کے مندر کا تذکرہ تھا۔ کیونکہ اس سے پہلے ہندوستان کے مسلمان سومنات سے بالکل ناواقف تھے۔ اور صرف اتنا جانتے تھے کہ سلطان محمود غزنوی نے ہندوستان پر جو سترہ حملے کیے تھے ان حملوں میں سومنات کا حملہ سب سے بڑا حملہ تھا جس میں سلطان محمود غزنوی نے ایک بہت بڑا میدان ایسا طے کیا تھا۔ جہاں پانی نایاب تھا۔ اور جہاں ہندو راجاؤں کی بہت بڑی طاقتیں تھیں مگر سلطان محمود سب مشکلات کو قابو میں لاتا ہوا سمندر کے کنارے سومنات تک پہنچ گیا۔ اور اس نے پورے صوبے بمبئی کے ہندو راجاؤں کی زبردست فوجوں کو شکست دے کر فتح حاصل کی تھی۔ مگر دہلی اور یو۔ پی اور پنجاب اور بہار اور سی۔ پی اور بنگال۔ کے مسلمان صدیوں تک سومنات کی اہمیت سے بے خبر تھے۔ ۱۹۰۸ء میں جب میں نے پورے کاٹھیاواڑ کا سفر کیا اور ہر چیز کو تاریخی نظر سے دیکھا تو میں نے سومنات کی تاریخی عظمت کو اپنے روزنامچے میں اس لئے ظاہر کرنا مناسب نہیں سمجھا کہ یہ علاقہ ریاست جوناگڈھ کے نواب صاحب کے ماتحت تھا۔ مجھے اندیشہ ہوا کہ اگر میں سومنات کی گذشتہ لڑائی کی تفصیلات لکھوں گا تو دوسرے صوبوں کے مسلمان یہ مقامات دیکھنے آئیں گے اور کاٹھیاواڑ کے ہندوؤں میں جوناگڈھ اور مانگرول۔ اور مانا و در وغیرہ اسلامی ریاستوں کے خلاف اشتعال پیدا ہوگا۔ اس لئے میں نے سومنات کے سفرنامے کا نام ہندوستان کا

سفرنامہ رکھا اور اسی نام سے وہ آج تک چھپتا اور شائع ہوتا رہا۔

مصر و شام و حجاز کا سفرنامہ

۱۹۱۰ء میں میری پہلی بیوی کا انتقال ہوا۔ اور میں ان کی لڑکی حور بانو کے ساتھ دہلی میں ملا محمد واحدی صاحب کے مکان پر رہنے لگا۔ اور ۱۹۱۱ء میں مدینہ منورہ کے سفر کے لئے روانہ ہوا۔ اور جون کی شروعات میں پالی کے جہاز میں سوار ہو کر سویز نہر کے ذریعے مصر گیا۔ اور قاہرہ اور اسکندریہ کی سیر کر کے فلسطین گیا اور فلسطین کے تمام تاریخی مقامات دیکھ کر ملک شام میں گیا اور دمشق سے حجاز ریلوے میں سوار ہو کر مدینہ منورہ میں حاضری دی اور مدینہ منورہ سے پھر ملک شام میں گیا اور وہاں سے بذریعے جہاز بمبئی میں واپس آگیا۔ اور یہاں آکر سفرنامہ شائع کیا چونکہ اسی زمانے میں طرابلس کی لڑائی شروع ہوئی اور پھر ۱۹۱۴ء میں یورپ کی بڑی لڑائی شروع ہوگئی اس واسطے انگریزی حکومت نے مجھ کو مصر اور فلسطین اور شام اور مدینہ منورہ کے عربوں اور ترکوں کا سازشی تصور کر کے مجھے سالہا سال پولیس کی نگرانی میں رکھا اور میری وجہ حضرت اکبر الہ آبادی کو بھی مشکلات پیش آئیں۔ آخر ۱۹۱۸ء میں جنگ یورپ ختم ہوئی تو میری نگرانی تو دور ہوئی مگر انگریزی حکومت کے شبہات ۱۹۳۱ء تک باقی رہے۔

افغانستان کا سفرنامہ

چونکہ انگریز افغانستان کے حکمران امان اللہ خاں سے بدگمان تھے اس لئے جب امان اللہ خاں نے مجھے افغانستان میں بلایا تو دہلی کی انگریز حکومت نے مجھے افغانستان جانے کی اجازت نہیں دی۔ لیکن جب افغانستان میں نادر شاہ کی حکومت قائم ہوگئی اور مجھے نادر شاہ نے کابل میں بلایا تو انگریزوں نے اجازت دے دی۔ اور میں ۱۹۳۱ء میں افغانستان گیا اور واپس آکر میں نے بہت بڑا

بانڈویر سفرنامہ شائع کیا۔ جس میں نادر شاہ کا پرانا سفرنامہ افغانستان بھی شریک کر دیا۔

۱۹۴۷ء میں ہندوستان تقسیم ہوا۔ اُس وقت میری حیثیت ایک غیر جانبدار کی تھی۔ یعنے میں نہ کانگریس کے ساتھ تھا نہ مسلم لیگ کے ساتھ تھا۔ البتہ مسٹر محمد علی جناح مجھ سے زیادہ تعلق رکھتے تھے اور میں نے ان کی امداد سے ایک انگریزی روزانہ اخبار ڈکٹیٹر کے نام سے جاری کیا تھا۔ چونکہ دوسری جنگ یورپ ہو رہی تھی اور جرمن کا ہر ہٹلر ڈکٹیٹر نام کی وجہ سے بند کرا دیا تھا۔ اس وقت مسٹر جناح خود میرے پاس تشریف لائے تھے اور کہا تھا کہ اخبار کا نام بدل کر رکھو اور دوبارہ جاری کرو۔ مگر اس وقت میرے لڑکے خواجہ حسین نظامی آیڈیکن ایک انگریزی کمانڈر انچیف نے آٹھ لاکھ روپے دے کر ان سے پورے علاقہ مدراس میں بکری کا گوشت مشینوں میں خشک کر کے ڈبوں میں بھرنے کا کارخانہ جاری کرایا تھا۔ کیونکہ دوسری جنگ یورپ کے وقت ہندوستانی مسلمان سپاہی انگریزی کارخانوں کے ڈبوں کا گوشت کھانے سے انکار کرتے تھے۔

اس لئے میں نے مسٹر جناح سے کہا کہ انگریزی اخبار ڈکٹیٹر کی ایڈیٹری میرے لڑکے خواجہ حسین نظامی کرتے تھے اور اب وہ دوسرے کام میں مشغول ہیں اس واسطے میں انگریزی اخبار جاری نہیں کر سکتا۔

انقلاب ۱۹۴۷ء کے وقت اگرچہ پنڈت جواہر لال نہرو اور سردار پٹیل کو کچھ بھی مجھ سے بدگمانی نہیں تھی۔ تاہم چونکہ میرے سب بیوی بچے اننت پور مدراس سے حیدرآباد دکن میں آ گئے تھے اس لئے لارڈ ماؤنٹ بیٹن وائسرائے کے پولیٹیکل سکریٹری مسٹر گریفن نے مجھے دہلی سے ہوائی جہاز میں حیدرآباد دکن پہنچا دیا تھا۔ جہاں میں ایک برس آٹھ مہینے مقیم رہا۔ اور یکم جون ۱۹۴۹ء کی شام کو اپنے سب بیوی بچوں کے ساتھ دہلی میں واپس آ گیا۔ اور یہاں آنے کے بعد بعض مظلوم مسلمانوں کی تکالیف دیکھ

بنیاد پر مجھ پر یہ الزام لگایا گیا کہ میں حیدرآباد کے انقلابی لیڈر سید قاسم رضوی
کا پیر ہوں - اور میں نے حیدرآباد میں رضاکاروں کی تنظیم کی تھی - اس لئے مجھے
۱۲ رجون ۱۹۴۹ء کو اپنے گھر میں نظر بند کر دیا گیا اور میں تین مہینے نظر بند رہا
اور میرے بڑے لڑکے خواجہ حسین نظامی کو بھی شبہات کے سبب گرفتار کیا گیا تھا
اور آزادی تحقیقات کے بعد رہائی ملی تھی - اور وہ اپنے بیوی بچوں کے ساتھ مستقل
طور سے پاکستان چلے گئے تھے -

پاکستان کے شبہات

ایک طرف بھارت کی حکومت کو میری نسبت مذکورہ شبہات تھے اور دوسری طرف
پاکستان کی حکومت اور اخباروں کو یہ شبہات تھے کہ حیدرآباد کی حکومت میری
سازش سے ہندوؤں کو ملی تھی - اس لئے پاکستان کا داخلہ بھی میرے لئے بند تھا -
آخر جب اپریل ۱۹۵۰ء میں مرحوم لیاقت علی خاں صاحب دہلی میں آئے اور نہرو
لیاقت سمجھوتہ ہوا - اور لیاقت علی خاں کراچی واپس گئے تو میں نے ان کو خط لکھا
کہ آپ انقلاب سے پہلے سنی اوقاف کمیٹی دہلی کے صدر تھے اور میں انگریزوں کی
طرف سے سرکاری ممبر تھا - اور آپ کو یہ بھی معلوم ہے کہ مسٹر جناح نے مجھے
انگریزی اخبار کے لئے مدد دی تھی - پھر آپ نے پاکستان میں میرا داخلہ کیوں
بند کیا ہے - لیاقت علی خاں صاحب کا جواب آیا کہ میں تو امریکہ جا رہا ہوں آپ
پرمٹ لے کر پاکستان میں آسکتے ہیں - چنانچہ میرا پہلا سفر پاکستان مرحوم
لیاقت علی خاں صاحب کی اجازت سے ہوا تھا -

دوسرا سفر پاکستان اس لئے ہوا کہ میرے دوست ڈاکٹر سید محمود صاحب
وزیر بھارت دہلی میں میرے پاس آئے اور کہا کہ آپ پاکستان جا کر وہاں کے لیڈروں
سے سمجھوتہ کرا دیجئے - میں نے ان کو گذشتہ زمانے کی ساری داستان سنا دی - آخر

قرار پایا کہ ہائی کمشنر پاکستان اور بھارت کی وزارت خارجہ کے سکریٹری میاں عظیم حسین صاحب میرے مکان پر جمع ہوں اور باہمی مشورے سے اگر میرا پاکستان جانا مناسب معلوم ہو تو میں وہاں جاؤں اور سمجھوتے کی بات چیت کروں

چنانچہ یہ جلسہ میرے مکان پر ہوا اور میں ڈاکٹر سید محمود صاحب کی ایک ذاتی تحریر جو غالباً وزارت خارجہ کے مشورے سے لکھی گئی تھی ساتھ لے کر پاکستان گیا اور وہ تحریر لیاقت علی خاں صاحب مرحوم اور خواجہ شہاب الدین صاحب وزیر داخلہ کو میں نے پہنچا دی۔ تاہم جب میں واپس آیا اور شادی کے روزنامچوں میں میرے پاکستان کے وزیروں کے تذکرے شائع کئے تو ان سے دہلی کی حکومت کو شبہات پیدا ہوئے۔ کیونکہ اس کو ڈاکٹر سید محمود صاحب کے مذکورہ جلسے کی تفصیلات معلوم نہیں تھیں۔ اس بنا پر دہلی سے حیدرآباد کی نئی حکومت کو اطلاع دی گئی کہ حضور نظام کی حکومت دو سو روپے ماہوار خواجہ حسن نظامی کو دیتی تھی وہ بند کر دی جائے کیونکہ خواجہ حسن نظامی پاکستان سے ساز باز رکھتے ہیں۔

یہ داستان منادی میں مختلف شکلوں سے شائع ہو چکی ہے۔ یہ سفرنامہ پاکستان میں اس کو دہرانے کی ضرورت تھی اس لئے ضرورت محسوس ہوئی کہ پاکستان کے ناظرین منادی جب یہ سفرنامہ دیکھیں گے اور اس میں وہ تفصیلات نہیں پائیں گے جو دوسرے سفر پاکستان کے وقت میں نے روزنامچوں میں شائع کی تھیں تو ان کو خلجان پیدا ہوگا اور وہ خیال کریں گے کہ سفرنامے کے حالات مکمل نہیں ہیں اس لئے موجودہ نسلوں کو اور آنے والی نسلوں کو سمجھانا ضروری معلوم ہوا۔ تاہم یہ تحریر ختم کرنے سے پہلے یہ لکھ دینا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ مجھ بے گناہ پر جو شبہ انگریزوں نے کیا اور جو بھارت و پاکستان میں کیا گیا۔ وہ میرے لئے کوئی نئی چیز نہیں تھی۔ بلکہ اس دنیا میں ہمیشہ سے یہ ہوتا آیا ہے۔ اور ہمیشہ ہوتا رہے گا کہ

سچی بات سعد اللہ کہیں گے اور سب کے من سے اُترے رہیں گے۔

حضرت شیخ سعدی شیرازیؒ پر شبہ

یہ سلسلہ ختم کرنے سے پہلے مجھے حضرت شیخ سعدیؒ شیرازی کی کتاب بوستان کے چند اشعار کا ذکر کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے جس میں انہوں نے ایک حکایت لکھی ہے کہ میں سومنات میں گیا اور وہاں میں نے ہڈی کا بنا ہوا ایک بت دیکھا۔

اس حکایت کی نسبت ۱۹۱۶ء میں کاٹھیاواڑ کے اہل علم سے کئی بار میرے مباحثے ہوتے تھے۔ مسٹر ولی محمد مومن مرحوم ریاست مانا ودر کاٹھیاواڑ کے چیف سیکریٹری کے باپ دادا ہندو تھے۔ اور مومن مرحوم میرے سفر سومنات کے رہنما تھے۔ انہوں نے مجھ سے کہا کہ شیخ سعدی شیرازیؒ کبھی ہندوستان نہیں آئے اور سلطان غیاث الدین بلبن کے ولی عہد محمد خاں شہید نے شیخ سعدیؒ کو معقول رقم بھیج کر ہندوستان آنے کی دعوت بھیجی تو شیخ سعدیؒ نے جواب میں لکھا تھا کہ میں بہت بوڑھا ہو گیا ہوں اور ہندوستان کا سفر نہیں کر سکتا۔ تم امیر خسروؒ کی تربیت کرو کہ وہ ایک ہونہار جوہر تمہارے پاس ہیں۔ اور میں اپنی گلستاں تم کو بھیجتا ہوں۔

میں نے ولی محمد صاحب مومن سے کہا آپ کا اعتراض ٹھیک ہے اور شیخ سعدیؒ کی مذکورہ گلستاں میرے پاس موجود ہے۔ بے شک تاریخوں سے شیخ سعدیؒ کا ہندوستان میں آنا ثابت نہیں ہوتا۔

مسٹر ولی محمد مومن نے کہا دوسرا اعتراض یہ ہے کہ ہندوؤں کا کوئی فرقہ ہڈی کا بت نہیں بناتا۔ اور شیخ سعدیؒ کہتے ہیں کہ انہوں نے سومنات میں ہڈی کا بت دیکھا۔ اس پر بھی ہم سب کو غور کرنے کی ضرورت ہے۔ تب میں نے کہا کہ چونکہ ہندوستان اور ایران کے پرانے زمانے میں تعلقات تھے اور سوم سنسکرت میں چاند کو کہتے ہیں اور سومنات میں بھی چاند کا مندر تھا۔

اس لئے ہوسکتا ہے کہ ایران کے کسی شہر میں ایرانیوں نے چاند کا مندر بنایا ہو کیونکہ ایرانی بھی سب کے سب ستارہ پرست تھے اور ایران کے کسی مندر میں کسی ایرانی نے چاند کا بت بڑی کا بنایا ہو اور اس کو شیخ سعدیؒ نے دیکھا ہو۔

میرے اس جواب کو بحث کرنے والے اہل علم نے قرین قیاس سمجھا تھا اور سب کی یہی رائے ہوئی تھی کہ شیخ سعدیؒ نے ایران کے کسی سومنات کے مندر کو دیکھا ہوگا۔

سومنات کا سفر نامہ

یہ سفر نامہ ہندوستان کے سفر نامے کے نام سے ۱۹۰۸ء سے آج تک کئی بار چھپ چکا ہے اور آج کل صرف دو چار کاپیاں موجود ہیں۔ اس میں بمبئی اور احمد آباد اور کاٹھیاواڑ اور ریاست بڑودہ کے تاریخی حالات ہیں اور اسی سلسلے میں سومنات مندر کے تفصیلی حالات بھی ہیں بمبئی کے حالات میں نامور اخبار نویس فرخ صاحب دہلوی کے روزانہ اخبار سلطان الاخبار کا مفصل تذکرہ ہے۔ اور آغا حشر صاحب کاشمیری مشہور ڈرامہ نویس کے ابتدائی حالات بھی ہیں اور بمبئی کی علمی تحریکوں اور علمی لیڈروں کے تذکرے بھی ہیں خصوصاً سرسید کے مشہور جانشین نواب محسن الملک بہادر کے حالات زیادہ ہیں جو اس وقت بمبئی میں مقیم تھے اور مولانا شبلی مرحوم کے حالات بھی ہیں۔ ارادہ ہے کہ پھر اس سفر نامہ کو چھاپ دیا جائے کیونکہ اس سے میری قلم کار زندگی کے بہت سے ایسے حالات ظاہر ہوتے ہیں جو بعد کے لوگوں کو معلوم نہیں ہیں۔ یہ سفر نامہ ۲۳×۱۸/۸ سائز کے ۹۵ پانچ صفحات پر شائع ہوا تھا۔

ممالکِ اسلام کا سفر نامہ

یہ سفر نامہ بھی ۱۸×۲۲ سائز کے ایک سو بانوے (۱۹۲) صفحات پر شائع ہوا تھا اور موجودہ ایڈیشن تیسرا ایڈیشن ہے جو ۱۹۲۳ء میں شائع ہوا تھا۔ یعنی اس سفر نامے کے دو ایڈیشن اس سے پہلے چھپ چکے تھے۔ اس کے بعد چونکہ انگریزی حکومت کے شبہات بہت بڑھ گئے تھے اس واسطے میں نے اس سفر نامے کے اشتہار بند کر دیے تھے۔ اور چونکہ پہلی جنگ یورپ میں ترکی حکومت قیصر جرمنی سے مل گئی تھی۔ اس واسطے انگریزی حکومت کو یقین تھا کہ میری جرمنوں سے سازباز ہے چنانچہ مجھے سر چارلس کلیولینڈ ڈائرکٹر جنرل سی آئی ڈی نے دہلی سے شملے بلایا اور میرے سامنے ایک فوٹو گروپ رکھ دیا کہ بتاؤ یہ کون کون لوگ ہیں۔ اور اس سوال کا تعلق بھی سفر نامہ مصر و شام سے تھا۔ کیونکہ انگریزوں کے ایک مشہور باغی مولانا برکت اللہ صاحب مجھے مصر میں نہر سویز کے دہانے پر ملے تھے۔ جہاں سے نہر سویز کاٹی گئی ہے اور وہاں نہر بنانے والے انجینئر کا اسٹیچو ہے۔ وہاں میں ایک بنچ پر بیٹھا تھا۔ مولوی برکت اللہ بھوپالی میرے پاس آ کر بیٹھ گئے۔ سمندر کا پانی نہر میں اس زور سے جا رہا تھا کہ انسان آپس میں بات نہیں کر سکتے تھے اس لئے مولانا نے میرے کان میں کہا کہ ہندوستان میں انگریزوں کے خلاف انقلابی تحریک قائم کرنی چاہیئے اور اس کے بعد سورۃ القارعہ کی آیات پڑھ کر مجھ سے کہا کہ ان آیات میں انگریزوں کے خلاف انقلاب کا اشارہ ہے۔

مگر میں نے یہ واقعہ سفر نامے میں نہیں لکھا تھا۔ جو فوٹو مجھے دکھایا گیا تھا اس میں مولوی برکت اللہ بھی تھے اور مصر کے لیڈر عبدالعزیز شاویش بھی تھے

اور دہلی والے ڈپٹی عبدالحامد صاحب مرحوم کے ایک بیٹے بھی تھے اور دو جرمن بھی تھے۔ میں نے تینوں مسلمانوں کو پہچان لیا صرف جرمنوں کو نہیں پہچانا کہ وہ کون ہیں۔ تاہم احتیاطاً اس میں سمجھی کہ میں ان لوگوں کی پہچان سے انکار کر دوں اس لئے میں نے کہا۔ میں ان میں سے کسی کو بھی نہیں جانتا۔ سر چارلس کلیولینڈ ہنسے اور انہوں نے کہا یہاں ذرا اندھیرا ہے۔ چلئے باہر چل کر گروپ دیکھئے باہر آکر تصویر دیکھنے کے بعد بھی میں نے کہا میں اب بھی ان میں سے کسی کو نہیں پہچان سکا۔ تب سر چارلس نے بگڑ کر کہا۔ کیا ان میں سے وہ شخص نہیں ہے جس نے نہر سویز کے دہانے پر آپ کے کان میں انگریزوں کے خلاف انقلابی آیات سنائی تھیں۔

یہ سن کر مجھے سناٹا آگیا اور میں نے سمجھا کہ برکت اللہ انگریزوں کا جاسوس ہے۔ کیونکہ اُن کے سوا اور کسی آدمی کو اس سرگوشی کا علم نہیں تھا۔ تاہم میں اپنی بات پر قائم رہا۔ اور آخر تک یہی کہتا رہا کہ میں ان میں سے کسی کو نہیں جانتا۔ سوائے اس کے کہ عبدالعزیز سیاہ پوش کی نسبت مجھے شبہ ہے کہ یہ مصری لیڈر ہے مگر جب میں اس سے ملا تھا تو اس کے ڈاڑھی نہیں تھی اور اب اس کے ڈاڑھی ہے۔ تب سر چارلس نے کہا آپ ٹھیک کہتے ہیں عبدالعزیز نے ڈاڑھی رکھ لی ہے اور یہ سب لوگ جرمنوں کے ساتھ افغانستان میں آئے ہیں۔ اس کے بعد سر چارلس نے مجھے دہلی آنے جانے کا فرسٹ کلاس کا کرایہ دے کر رخصت کر دیا۔ مگر مجھے شملے سے دہلی تک نیند نہیں آئی اور میں بہت زیادہ فکر مند رہا۔ یہاں آنے کے بعد مجھے برکت اللہ بھوپالی کا ایک خط ملا جس پر سوئٹزرلینڈ کا ایک نوٹ تھا اور لکھا تھا کہ یہ رقم مولانا حسرت موہانی کو پہنچا دو اور ان سے کہو کہ وہ قسطنطنیہ آجائیں اور میں وہ برکت اللہ ہوں جس نے نہر سویز

ڈھے خواجہ حسن نظامی کے سفرنامے

سفرنامہ مصر و شام و فلسطین و حجاز

باتصویر

اور سفرنامہ افغانستان

باتصویر

ملنے کا پتہ

فتر خواجہ حسن نظامی ڈاک خانہ حضرت
نظام الدین ۔ نئی دہلی